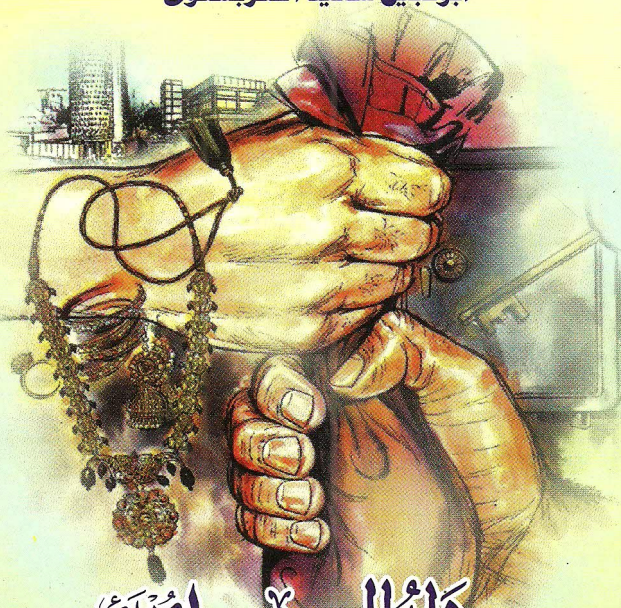


# حرام مال سے چھٹکارا

تالیف  
عزیز فرحان العززی

ترجمہ  
ابونیل سعید اختر بستوی



دارالعلم  
میں

# حرام مال سے چھٹکارا

تالیف  
عزیز فرحان العنزی

ترجمہ  
ابونبیل سعید اختر بستوی

دارالعلم  
DARUL ILM

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں  
سلسلہ مطبوعات دارالعلم نمبر: ۶۳

نام کتاب	حرام مال سے چھٹکارا
مولف	عزیز فرحان العزوی
مترجم	سعید اختر بستوی
کمپیوٹر ٹائپنگ	نبیل کمپیوٹر ورکس، کوسہ، ممبئی
ناشر	دارالعلم، ممبئی
طالع	عمار سعید اختر
تعداد اشاعت	ایک ہزار
تاریخ اشاعت:	مارچ ۲۰۱۰ء
قیمت:	Rs. 50/-

  
دارالعلم  
DARUL ILM  
PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road), Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)  
Tel.: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231 fax: (+91-22) 2302 0482  
E-mail: ilmpublication@yahoo.co.in

حرام مال سے چھٹکارا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## فہرست

صفحہ	موضوع
۷	عرض مترجم
۸	مقدمہ مولف
۹	باب اسلام اور دعوت محنت و عمل، محنت و عمل عبادت ہے
۱۶	باب ورع و تقویٰ اور ترک شبہات میں
۲۱	باب پاکیزہ چیزیں کھانے اور خباثت سے روکنے کے بیان میں
۲۳	باب حلال کمائی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کے شرعی راستے
۲۸	باب مال کمانے کے ناجائز طریقے
۲۹	اول ایسا فائدہ و نفع جس کی گارنٹی نہ ہو
۳۷	دوم جھوٹی قسم کے ذریعے مال حاصل کرنا
۴۲	سوم مال والے کی اجازت سے لیکن ظالمانہ طور پر مال حاصل کرنا
۴۷	چہارم صاحب مال اور شریعت دونوں کی اجازت کے بغیر مال حاصل کرنا
۵۰	پنجم ایسے کام کی اجرت لینا جس میں خلوص و خیر خواہی نہ ہو
۵۱	ششم یتیم کی سرپرستی کے ذریعے مال حاصل کرنا
۵۳	ہفتم عین محرّمہ یا منفعت محرّمہ کے عوض میں مال حاصل کرنا
۶۰	ہشتم دھوکہ دالٹ پھیر کے ذریعے مال حاصل کرنا
۶۳	نہم محض قسمت اور اتفاق پر بھروسہ کر کے مال حاصل کرنا
۶۶	دہم مباح کام پر اجرت و قیمت لینا مقصد جس کا حرام ہو

صفحہ	موضوع
۶۸	باب حرام کمائی کے اثرات و عواقب
۷۶	باب حرام کمائی سے چھٹکارے کے طریقے
۸۳	باب قبول اسلام سے پہلے کی کافر کی کمائی
۸۹	باب مسلمان کی حرام کمائی کا معاملہ
۱۰۲	باب مال واپس کرنے کی صورت میں متوقع خطرات میں تصرف؟
۱۰۴	باب والدین کا مال حرام کا ہو تو اولاد کیا کرے؟
۱۰۶	باب وراثت کا مال حرام کا ہو تو وارث کیا کرے؟
۱۰۸	باب توبہ کے بعد مال حرام سے استفادہ؟
۱۱۰	خاتمہ

### عرض مترجم !

ان الحمد لله نحمده و نستعينه ونعوذ بالله من شرور انفسنا  
ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له  
و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدا عبده و  
رسوله ، أما بعد :

رزق خلال عین عبادت ہے، دین اسلام پاکیزہ باتوں اور چیزوں کا حکم دیتا ہے، اللہ  
تعالیٰ خود پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے، اس زمانہ میں زندگی کے تمام  
خانوں اور میدانوں میں حلال و حرام کی تمیز مٹ گئی ہے، ایسے حالات میں حلال رزق کی  
ترغیب اور تعلیم ضروری ہے،

اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے تو اپنے بہت سے گناہ گار بندوں کو ہدایت دیتا ہے، موجودہ  
دور میں حرام غذا کے جسمانی اور روحانی و دینی تباہ کن نقصانات مسلسل بیان کرنے سے  
بہت سے لوگوں کے اندر ڈر پیدا ہوا ہے اور کافی لوگ اپنے حرام طرز زندگی اور بطور خاص  
حرام کمائی سے نجات کا راستہ پوچھتے ہیں،

اس لئے اپنے لئے بھی اور تمام فکر مند لوگوں کے لئے ایک مختصر کتابچہ اس موضوع پر عربی  
میں نظر آیا تو اردو داں مسلمان بھائیوں کے لئے اس کو اردو کا جامہ پہنایا اور دارالعلم بمبئی کے  
تعاون سے یہ آپ تمام لوگوں کی خدمت میں پیش ہے، امید ہے اس کتابچہ میں بہت سے لوگوں کو  
اپنے ضروری مسائل اور الجھنوں کا جواب ملے گا، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب  
کو مفید خاص و عام بنائے، مولف کے لئے اور میرے لئے صدقہ جاریہ بنائے، دونوں کے  
والدین کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، انہ سمیع قریب مجیب الدعوات، و صلی اللہ وسلم علی  
نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ •



## مقدمہ مولف

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على اشرف  
الانبياء والمرسلين، نبينا محمد و علي آله و اصحابه، ومن تبعهم  
باحسان الى يوم الدين، و سلم تسليما مزيدا،

حرام کمائی، دنیا و آخرت ہر دو میں اس کمائی کے اثرات و نتائج، اس سے  
چھٹکارے و نجات کے شرعی طریقوں نیز اس کے اثرات پر مشتمل کتاب و سنت کے  
دلائل اور اہل علم کے اقوال سے مزین یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے،  
عصر حاضر میں متنوع و بکثرت موجود حرام معاملات اور حرام قبضوں کی وجہ سے،  
نیز ایسی کمائیوں میں بکثرت مبتلا ہونے والوں کے سوالات سے اس رسالہ کے تحریر کی  
تحریک ہوئی،

اس لئے۔ اللہ سے اعانت طلب کرتے ہوئے اس موضوع پر آسان و مختصر انداز  
میں لکھنے کا میں نے عزم کیا، اس امید پر کہ اس سے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچے،  
اس رسالہ میں میں نے بہت زیادہ تفصیل میں جانے اور علماء کا اختلاف ذکر کرنے  
سے گریز کیا ہے، کیونکہ میرا <sup>مطمئن</sup> نظریہ ہے کہ قاری کو مسئلہ کا خلاصہ معلوم ہو جائے  
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے اور اپنے فضل  
کے ذریعے دوسروں کا دست نگر بننے سے محفوظ رکھے، آمین

عزیز فرحان العنزی

## باب

اسلام اور محنت، اسلام میں محنت و عمل عبادت ہے

اسلام پاک اور حلال کمائی کی دعوت دیتا ہے، اس بارے میں کتاب و سنت کے بکثرت دلائل ہیں،

ارشاد ربانی ہے ﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ (۱) [اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا] یعنی دن ہم نے اس لئے بنایا تاکہ اس میں محنت و کد و کاوش کرو اور اپنی ضروریات زندگی حاصل کرو،

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ، قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ (۲) [اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام ہی لوگوں کو بہت زیادہ نعمتوں اور وسائل رزق سے نوازا ہے، زمین ان کے لئے نرم اور برابر بنائی، اور ان کے لئے زراعت، صنعت، تجارت، علم و عمل، پیشہ وارانہ اور دیگر کارآمد وسائل بہم پہنچائے •

(۱) النبأ: ۱۰

(۲) الأعراف: ۱۰

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ﴾ (۱) [وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو پست و مطیع کر دیا، تاکہ تم اسکی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ (پیو) اسی کی طرف (تمہیں) جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے] یہی جہاں چاہو تم تلاش رزق اور تجارت کے لئے اسکی زمین کے تمام علاقوں اور شہروں میں سفر کرو !

انسان محنت و کد و کاوش اور عمل کے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ اسے مال کمانا ہے، مال جس پہ زندگی کا دار و مدار ہے، اسی مال سے انسان کے ذمہ واجب نفقات و خرچ کی ادائیگی ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مال حلال کمانے والوں اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کو ایک درجہ میں رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضًى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ، وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۲) [وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہونگے، بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی روزی بھی) تلاش کریں گے، اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام جس کے ذریعے انسان اپنی عفت چاہتا ہے، جن کا نفقہ اسکے ذمہ واجب ہے اسکو ادا کرنا چاہتا ہے۔ جیسے والدین، بیوی بچے وغیرہ، اس کام کے ذریعے قرض، کفارہ اور نذر وغیرہ کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے، تو ایسا کام و محنت عبادت اور تقرب الہی ہے۔ نبی کریم ﷺ اس کی تاکید فرماتے ہیں:

ایک آدمی کا گذر نبی ﷺ کے پاس ہوا، صحابہؓ نے اسکی طاقت و قوت برداشت اور کام میں اسکی پھرتی و چستی دیکھی تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! کاش اسکی اتنی زبردست محنت و پھرتی و طاقت اللہ کے راستہ میں ہوتی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اگر اپنے چھوٹے بچوں کی خاطر یہ اتنی محنت کر رہا ہے تو فی سبیل اللہ ہی ہے، اگر اپنے بوڑھے والدین کے لئے کر رہا ہے تو فی سبیل اللہ ہی ہے، اگر اپنے آپ کو حرام سے محفوظ رکھنے کے لئے کر رہا ہے تو فی سبیل اللہ ہی ہے، اور اگر ریا کاری اور فخر و مباہات اسکا مقصد ہے تو وہ شیطان کے راستہ میں ہے] (۱)

(۱) حسن درجی ہے، اسکو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲۸۲/۲۹/۹) نیز "الاصول" (۶۸۳۵/۵۶/۷) میں کعب بن عجرہؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے، منذری "ترغیب" (۲۳۵/۲)، (۴۲/۳) میں کہتے ہیں: اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال صحیح کے رجال ہیں، بیہقی نے بھی "المجمع" (۳۲۵/۳) میں ایسا ہی کہا ہے: المعجم الکبیر کے رجال صحیح کے رجال ہیں، نیز دیکھئے: "البيان والتعريف" (۲۹۱/۱)، اور عداوی کی "فیض القدير" (۳۱/۳) اسکے لئے حسن کا رمز اختیار کیا ہے اور اسکو اپنی شرح میں لیا ہے

نبی ﷺ نے بھی بعثت سے پہلے اور بعد میں بھی حلال کمائی کا ذریعہ اختیار کیا ہے بلکہ تجارت بھی کی ہے

نصوص کے تلاش و تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت سے پہلے آپ کی خرید و فروخت بعثت کے بعد کے مقابلہ میں زیادہ تھی، کیونکہ بعثت کے بعد آپ ﷺ وحی اور دین کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے تھے

مگر آپ اپنی امت کو ہمیشہ حلال کمائی اور پاک طریقوں سے مال حاصل کرنے کی ترغیب دیتے رہے، کمانے کے لئے آپ اپنے صحابہ کی ہمت افزائی کرتے رہتے تھے، بازاروں اور ان کی خرید و فروخت کی جگہوں میں جایا کرتے تھے نبی کریم ﷺ نے عمرو بن العاص کو خطاب کر کے فرمایا: [نعم المال الصالح للمرء الصالح] (۱) ”بہترین پاک مال وہ ہے جو صالح آدمی کے پاس ہے،“

آپ کے صحابہ بھی اسی نبوی منہج پہ گامزن رہے، سنت مطہرہ میں ان کا کوئی ایک موقف بھی ایسا نہیں ملتا ہے جس میں انہوں نے کسبندی، سستی، کمائی اور کام و محنت نہ کرنے اور معاشرہ کا دست نگر رہ کر گزاران کا عندیہ دیا ہو،

(۱) صحیح ہے، احمد (۴/۱۹۷)، بخاری ”الآداب المفرد“، (۲۹۹)، ابن حبان (۳۲۱۰)۔ احسان)، حاکم نے (۲/۲)، بیہقی ”شعب الایمان“ (۱۳۳۸/۹۱/۲)، حافظ ابن حجر نے ”الفتح“، (۷۵/۸) میں ابو عوانہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن حبان، حاکم اور ابو عوانہ کی اس حدیث کی تصحیح کو صحیح قرار دیا ہے، پھر حافظ۔ رحمہ اللہ۔ کو وہم ہو گیا اور انہوں نے اس حدیث کو ”الفتح“، (۲۷۴/۱۱) میں مسلم کی طرف منسوب کر دیا۔

تلاش و تتبع سے یہ بھی ملتا ہے کہ اکثر صحابہ کرام۔ رضوان اللہ علیہم۔ کے پاس کوئی نہ کوئی پیشہ و ہنر اور صنعت و حرفت ہوتی تھی جسکے ذریعے وہ حلال کماتے تھے (۱)

بلکہ اسلام نے بہت سے فرائض کی ادائیگی کے لئے حصول مال کو واجب قرار دیا ہے، اور جہت شمی کے بغیر واجب حاصل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے، مالی ذمہ داریاں تو ہر انسان پر ہیں، اپنا، بیوی بچوں کا، عزیزوں رشتہ داروں کا خرچ ہے، قرضوں کی ادائیگی وغیرہ ہے، ان ذمہ داریوں کو چھوڑنے والے یقینی طور پر ظالم ہونگے۔

سعید بن المسیب۔ رحمہ اللہ۔ کہتے ہیں:

”اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو مال کو پسند نہیں کرتا، کہ اس مال کے ذریعے اپنے رب کی عبادت کرے، امانت ادا کرے، اپنے نفس کی حفاظت کرے اور مخلوق سے بے نیاز رہے،“

حدیث میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[تین لوگ ایسے ہیں جنکی مدد کرنا اللہ پر حق ہے، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا، مکاتب غلام جو طے شدہ رقم ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، اور شادی کرنے والا جو عفت و پاکیزگی چاہتا ہے] (۱)

اس حدیث میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے جسکی ایک مجاہد فی سبیل اللہ کو، اپنی گردن آزاد کرانے والے کو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے کو ضرورت ہے یعنی مال کی کی !

(۱) ”مصنف ابن ابی شیبہ“، (۲۶۹/۷-۲۷۰)، المدخل، لا ین الحاج (۴/۴) ”تلبیس ابلیس“، لا ین الجوزی، ص: ۳۳۵، ”طبقات بن سعد“، (۱۸۳/۳) (۲) صحیح ہے، اسکو امام احمد نے ۲۵۱/۲ میں، ترمذی نے ۱۶۵۵ میں درج کیا ہے اور ترمذی نے کہا: حسن صحیح ہے، نسائی نے ۳۲۱۸ میں، ابن ماجہ نے ۲۵۱۸ میں درج کیا ہے، صاحب ”تحفہ“، نے (۲۳۲/۵) میں کہا: اسکو امام احمد، نسائی، ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی ”صحیح“ میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا: مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لگتا ہے انہوں نے منذری کی ”الترغیب“، (۱۸۸/۲) (۲۹/۳) سے نقل کیا ہے۔

حدیث میں یہ بھی واضح ہے کہ اللہ کی عبادت کرنا، اسلام کا جھنڈا بلند کرنا، قرضے ادا کرنا، عفت و پاکیزگی تلاش کرنا اور لوگوں سے بے نیازی اختیار کرنا یہ تمام واجبات مال ہی سے پوری ہوتی ہیں، اور جس شی کے بغیر واجب کا حصول ممکن نہ ہو تو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے، اور جو اس طرح کا عظیم واجب نہ ادا نہ کرنا چاہتا ہو۔ کہ جسکے بغیر دین باقی نہیں رہتا۔ تو ایسے شخص میں کوئی خیر نہیں۔

ابن عمر۔ رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں:

”جہاد میں موت کے علاوہ مجھے سب سے زیادہ وہ موت پسند ہے جو اس حال میں آئے کہ میں اپنے کجاوہ میں بیٹھا اللہ کا فضل (مال) تلاش کر رہا ہوں،، (۱)

کمائی اور حصول مال کی یہ دعوت و ترغیب اور حکم جو شارع حکیم نے دیا ہے، اسکا حکم یہ بھی ہے کہ یہ کمائی اور حصول مال حلال اور مشروع اور درست ذرائع سے ہو، شرعی نصوص اس بات سے خبردار کرتی ہیں اور ڈراتی ہیں کہ ایک مسلمان اپنے پیٹ میں حرام شی ڈالے،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (۲) [اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں]

سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا: ﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ سے حلال مراد ہے،

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (۱)  
 [اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے حکم دیا ہے، طیبات ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور اسکو کھانے کی اجازت دی ہے، اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر واقعی وہ اسکے بندے ہیں تو اس اکل حلال پر اسکا شکریہ ادا کریں۔ کھانے کی تعبیر اکثر کے اعتبار سے ہے کیونکہ انسان جو کچھ کھاتا اور حاصل کرتا ہے اسکو کھانے اور پینے کی چیزوں کی شکل میں اپنے پیٹ کے اندر پہنچاتا ہے۔



## باب

ورع و تقویٰ اور ترک شبہات کے بیان میں !

مومن اس وقت تک کمال تقویٰ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ایسی چیزوں کو بھی ترک نہ کر دے جن میں کوئی قباحت نہ ہو مبادا ایسی چیزوں میں پڑ جائے جن میں قباحت ہو، اسی لئے بہت سے اہل علم بہت سی مباح چیزوں میں بھی احتیاط برتتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ چیزیں انہیں ممنوعات تک پہنچا دیں،

دین میں ورع و تقویٰ کا یہ ایک عظیم باب ہے، اس لئے مسلمان کو کھانے پینے کے معاملات میں بہت احتیاط برتنی چاہئے، شبہات سے بچنا چاہئے، شرعی نصوص اسی کی ترغیب دیتی ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ اولین نسل ورع و احتیاط اور دین اور عزت و آبرو اور بدن کی سلامتی کے لئے کس طرح مشتبہ چیزوں سے دور بھاگتی تھی۔

ورع و تقویٰ اور ترک شبہات کے لئے بعض شرعی دلائل!

نعمان بن بشیر۔ رضی اللہ عنہما۔ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: [بے شک حلال واضح ہے اور بے شک حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ ایسے مشتبہ امور ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا، اور جو شخص ان شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا، تو وہ حرام ہی میں پڑ گیا، اس چرواہے کی مانند جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے اندر بھی چرا ہی لے، آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ [منوعہ علاقہ] ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ [منوعہ علاقہ] اسکی حرام کردہ چیزیں ہیں، اور خبردار رہو کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ وہ درست ہو تو سارا جسم درست اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے، آگاہ رہو وہ دل ہے] (۱)

اس حدیث میں امور دین کی حفاظت اور آداب جمیلہ اختیار کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کا بیان ہے کہ محرمات و مشتبہات کے اجتباب و احتیاط سے ہی ایسا ممکن ہے، حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقوال و اعمال کی درستگی و صلاح کا دار و مدار جسم کی درستگی و صلاح پر ہے اور جسم کی درستگی دل کی درستگی پر منحصر ہے اور دل کی خرابی تمام چیزوں کی خرابی ہے •

نواس بن سمانؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:  
 [بڑ (نیکی) حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تو اس  
 بات کو ناپسند سمجھے کہ لوگوں کو اسکی خبر ہو] (۱)

والصہ بن معبدؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ  
 نے فرمایا: [تم بڑ (نیکی) اور اثم (گناہ) کی حقیقت دریافت کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض  
 کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: [اپنے دل سے پوچھ لیا کرو، کیونکہ بڑ (نیکی) وہ ہے جس پر  
 طبیعت مطمئن ہو اور دل گواہی دے، اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکا پیدا کرے اور سینے میں  
 تردد و غلبان محسوس ہو، اگرچہ لوگوں نے تمہیں فتوے دیئے ہوں اور دیتے رہیں] (۲)

حسن بن علی۔ رضی اللہ عنہما۔ سے مروی ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ  
 سے یہ ارشاد دیا دیکھا [دع ما یریبک الی ما لا یریبک] (۳) [اس چیز کو چھوڑ دے جو  
 تجھکو شک میں مبتلا کرے اور اسکو اخذ کر جو تجھکو شک میں نہ ڈالے] مطلب یہ ہے کہ جس  
 چیز میں تمہیں شبہہ ہو اسکو چھوڑ دو اور جس میں شبہہ نہ ہو اسکو لے لو یا اس پر عمل کرو !

(۱) مسلم (۲۵۵۳) (۲) صحیح ہے، احمد (۸۲۲/۴)، دارمی (۵۴۲/۲)، ابویعلیٰ  
 ”مسند“، (۱۶۲-۱۶۱/۳)، حافظ ابن رجب نے ”جامع العلوم والحکم“، (۹۴۲/۱) میں کہا  
 : یہ حدیث حسن ہے، حافظ ابن حجر نے ”فتح“، (۲۲۱/۱) میں اسکو ثابت کیا ہے، دیکھئے ”نیل  
 لأوطار“، (۶۳/۱) اور ”كشف الخفاء“، (۱۳۶/۱) اس کا ایک شاہد مسند احمد (۱۹۴/۴) میں  
 ابو ثعلبہ سے صحیح سند سے موجود ہے۔ (۳) صحیح ہے، اس کو ترمذی نے (۲۵۲۰) نمبر کے تحت  
 روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے، یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں وتر کے  
 قوت ”اللهم اهدنی فیمن ھدیت“، والی دعا ہے

عائشہ۔ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ”ابوبکر الصديق۔ رضی اللہ عنہ۔ کا ایک غلام تھا، جو اپنی کمائی کا کچھ حصہ (خراج ☆) لا کے ان کو دیا کرتا تھا، ابوبکر اس کے خراج سے کھایا کرتے تھے، ایک روز اس نے کوئی چیز لا کر انہیں دی، ابوبکرؓ نے اس کو کھالیا، غلام نے کہا: آپ کو معلوم ہے آپ نے کیا کھایا ہے؟ ابوبکرؓ نے پوچھا کیا ہے؟ اس نے کہا: جاہلیت میں ایک آدمی کے لئے میں ٹونا منتر کیا کرتا تھا، میں منتر تو اچھا کرتا تھا لیکن اسکو میں نے دھوکہ دیا تھا، وہ مجھے ملا تو اس نے مجھے اسکا معاوضہ دیا، وہی جو آپ نے کھایا، یہ سن کر ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا، (۱)

عطیہ بن عروہ السعدی۔ رضی اللہ عنہ۔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ اس وقت تک پرہیزگاری کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ حرام چیزوں سے بچنے کے لئے بعض جائز و مباح چیزوں کو ترک نہ کر دے [ (۲)

(۱) بخاری (۱۱۷/۷)، حافظ ابن حجرؒ نے کہا: ظاہر یہ لگتا ہے کہ ابوبکرؓ نے اس لئے قے کر دیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک کاہن کی اجرت و بخشش کی نبی کا مسئلہ ثابت تھا، کاہن اس کو کہتے ہیں جو آئندہ کی باتیں بغیر کسی شرعی بنیاد کے بتائے، (☆) اس معین حصہ کو کہتے ہیں جو غلام اپنی یومیہ کمائی میں سے اپنے آقا کو دیتا تھا اور باقی حصہ غلام کا ہوتا تھا۔

(۲) حسن ہے، ترمذی (۲۳۵۱)، ابن ماجہ (۴۲۱۵)، عبد بن حمید (۴۸۴۔ منتخب)، طبرانی الکبیر (۱۷۸/۱۶۸)، بخاری ”التاریخ الکبیر“، (۵/۱۵۸/۴۸۹)

امام ترمذی نے کہا: یہ حسن غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف اسی طریق سے جانتے ہیں، حافظ ابن رجب نے ”جامع العلوم والحکم“، (۱/۱۵۹)، میں، حافظ ابن حجرؒ نے ”فتح الباری“، (۳/۲۹۳) میں اور ابن حزمؒ نے ”الاحکام“، (۶/۱۸۱) میں اسکو ثابت کیا ہے۔

عمر بن الخطاب - رضی اللہ عنہ - نے فرمایا: ”ہم لوگ حلال چیز کے دس میں سے نو (۹) حصہ صرف اس لئے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں“،

بلتعہ بن الورد - رحمہ اللہ - نے فرمایا: ”اگر تم ساریہ [کھمبا] (☆) کی طرح بھی قیام [عبادت] کرو جب بھی تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا یہاں تک تم یہ نہ پتہ کر لو کہ تمہارے پیٹ میں کیا چیز پہنچ رہی ہے (یعنی تمہارا کھانا پینا حلال ہے یا نہیں)

عبداللہ بن المبارک - رحمہ اللہ - نے کہا: ”مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں شبہ کا ایک درہم لوٹا دوں بجائے اسکے کہ میں ہزاروں لاکھوں درہم صدقہ کروں“،

ابن اسباط - رحمہ اللہ - نے کہا: ”ایک نوجوان جب عبادت میں لگتا ہے تو شیطان اپنے معاونین سے کہتا ہے: دیکھو اسکے کھانے اور غذا کا کیا حال ہے، اگر اس کا کھانا حرام کا ہے تو کہتا ہے: چھوڑو، اسکو تھکنے اور محنت کرنے دو، تمہیں اس نے راحت دے دی ہے، یعنی: اکل حرام کے ساتھ اسکی یہ محنت کوشش بے کار ہے۔

ابراہیم بن ادہم - رحمہ اللہ نے کہا: ”تم اپنا کھانا حلال رکھو، اگرچہ تم رات میں عبادت میں قیام نہ کر سکو اور دن میں (نفل) روزہ نہ رکھ سکو، (۱)

(☆) عبادت میں مستعدی اور مستقل مزاجی اور بغیر تھکے ہوئے طویل قیام کی طرف اشارہ ہے

(۱) یہ اور اس طرح کے دیگر اقوال حافظ ابن زجب کی ”جامع العلوم والحکم“ میں حدیث

”ان الله طيب لا يقبل الا طيبا“ اور ”ان الحلال بين والحرام بين“ کی شرح میں ملیں

گے

## باب

حلال و پاک چیزیں کھانے اور خبیث و گندی چیزوں سے

منع کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے دین حنیف۔ دین اسلام۔ میں تمام مفید و نفع بخش چیزوں کا اور کھانے پینے، لباس، نکاح اور کمائی میں جملہ پاکیزہ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح کھانے پینے، لباس، نکاح اور کمائی میں ہر مضر، موزی اور ناپسندیدہ چیز سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہمارے پاس بھیجا جنہوں نے ہمیں پاکیزہ، حلال اور جائز نفع بخش چیزوں کے بارے میں ہمیں بتایا اور ہر مضر، خبیث اور ممنوع شے سے ہمیں ہوشیار کیا۔

ارشادِ باری ہے ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (۱) [اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں]

رسول ﷺ نے جملہ خیر کی چیزیں ہمیں بتائیں اور ان کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور جملہ شر کی چیزوں سے ہمیں ڈرایا اور منع فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (۱)  
[تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں]

نبی ﷺ لوگوں کی ہدایت اور دین دنیا دونوں کا خیر ان تک پہنچانے کے لئے بڑے فکر مند اور خواہشمند تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کا حق ادا کیا، امت کی مکمل خیر خواہی کی، انہیں حلال و پاکیزہ چیزوں کا حکم دیا، اسکے راستے انہیں بتائے، گندی اور ناپسندیدہ اشیاء سے انہیں منع فرمایا اور اسکے راستے بھی بیان فرمائے •

## باب

## حلال کمائی اور پاک غذا کے مشروع و جائز طریقے

معاملات اصل میں تو حلال اور مباح ہیں، (معاملات میں اصل تو حلت و اباحت ہے) الا یہ کہ منع اور تحریم کی کوئی دلیل ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ (۱) [وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا]

حلال کمائی کے بہت سے طریقے ہیں، بعض اہم طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔ خرید و فروخت، تجارت (بیع و شراء) کہ آدمی اپنا مال تجارت میں لگائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا﴾ (۲) [حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام]

اصطلاح میں بیع و تجارت مال کے ایسے تبادلے کو کہتے ہیں جس میں مالک بننا بھی ہو اور دوسرے کو مالک بنانا بھی،، (۳)

(۱) البقرة: ۲۹

(۲) البقرة: ۲۷۵

(۳) دیکھئے ”کشاف القناع“، للبهوتی (۱/۳)



ب:- غیر (دوسرے) کے ساتھ شراکت کے ذریعے مال کو بڑھانا !

کوئی انسان خرید و فروخت اور تجارت کی صلاحیت نہیں رکھتا، یا تجارت کے اصولوں سے ناواقف ہوتا ہے، یا فقیر ہوتا ہے تو اپنی جسمانی محنت کے ذریعے مضاربہ کرتا ہے، تو یہ صورت جائز ہے کہ اپنے مال یا اپنے بدن کے ذریعے کسی کے ساتھ ایک معین و مقرر فائدہ پر شراکت کرے، (مال یا بدن کے قدر شراکت کے تناسب سے فائدہ کا تناسب مقرر اور طے ہوگا) اور صحیح شراکت کی صحیح شرائط کے مطابق تمام امور طے پائیں گے جن شرائط کا ذکر فقہاء نے فقہ کی کتابوں میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شراکت کو جائز کیا ہے ﴿وَإِنْ كَثُرَ أَصْنَفٌ مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ (۱) [اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں] آیت سے شراکت کا جواز اور حصہ داروں پر ظلم کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

سائب بن ابی سائب سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: ”زمانہ جاہلیت میں آپ میرے شریک تجارت تھے، تو آپ بہترین شریک تھے، نہ آپ نے مجھے فریب دینے کی کوشش کی اور نہ کبھی سختی برتی،، (۱) اس حدیث سے بھی دویا اس سے زیادہ لوگوں میں شراکت و حصہ داری کا جواز ثابت ہوتا ہے •

ج۔ مال حلال کمانے کا ایک طریقہ ہے معین اجرت پر دوسرے کا کام کرنا، یعنی: کسی خاص آدمی کا یا کئی لوگوں کا مزدور بنے، جیسے بکری چرانایا ٹیکسی چلانا یا عام اور خاص نگرانی و چوکیداری کرنا یا حکومتی نوکری و ملازمت کرنا وغیرہ، موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِي حَجَاجٍ ، فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾  
 (۲) [اس (مہر) پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں، ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان ہے]

(۱) صحیح ہے، ابوداؤد (۳۸۳۶) نسائی (۱۰۱۳۴۰)، ابن ماجہ (۲۲۸۷) (حاکم (۶۹/۲) اور اسکو صحیح کہا، ضیاء نے ”المختارہ“، (۳۹۷/۹) میں اسکی تصحیح کی ہے، بیہقی نے ”المجمع“، (۹۴/۱) میں کہا: اس حدیث کو امام احمد نے اور طبرانی نے ”الکبیر“، میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں •

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اللہ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ نے عرض کیا: اور آپ نے بھی چرائیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا] (۱)

د:- کسب مال حلال اور پاکیزہ غذا کا ایک طریقہ ہے:- ایسی چیز کا بیچنا آدمی جسکے منافع کا مالک ہو، فقہاء نے اسکی مثال گھر کی گذرگاہ سے دی ہے۔

ه:- دوسرے اور طریقے ہیں جیسے: مباح چیزوں کو قبضہ میں لینا اور ان کا مالک بننا اور ان کو فروخت کرنا جیسے: گھاس جمع کرنا، لکڑی جمع کرنا، پانی یا پتھر اور مٹی وغیرہ فروخت کرنا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (۲) [وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا]۔

فرمان ربانی ﴿لَكُمْ﴾ میں [ل] مخاطبین کے لئے فائدہ اٹھانے کی خصوصیت کے بیان کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے اپنی پیدا کی ہوئی تمام اشیاء سے فائدہ اٹھانا جائز کیا ہے، الا یہ کہ کسی چیز سے فائدہ اٹھانے سے ممانعت کی دلیل وارد ہو۔

(۱) بخاری (۴/۴۴۱)۔ فتح الباری

(۲) البقرة: ۲۹۰

و:-۔۔ کسب مال کے جائز طریقوں میں مختلف پیشے، اور کسی ایک کام میں مہارت وغیرہ ہیں بشرطیکہ وہ پیشہ یا کام خود مباح ہو، جیسے نانوائی، لوہار، معمار، خیاط وغیرہ کا پیشہ و کام، یا ایسے پیشے جو عرف عام میں ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہوں جیسے موچی، حجام، مہتر وغیرہ کا پیشہ، اگر اسکے علاوہ کوئی اور پیشہ و کام یا طریقہ میسر نہ ہو، کیونکہ مطلوب تو انسان سے یہی ہے کہ شریقانہ پیشے اور کمائی کے عمدہ طریقے تلاش کرے، اگر شریقانہ اور اچھے کام نہ ملیں تو ناپسندیدہ پیشے اور کمائی کے طریقے بے کاری اور دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہیں ۔

ابن عمر۔ رضی اللہ عنہما۔ کہتے ہیں : ”ایسی کمائی جس میں نیچاپن اور کتتری ہو بہر حال لوگوں سے مانگنے سے بہتر ہے“

## باب

### حصول مال کے ناجائز طریقے

حرام کمائی کے طریقے بہت ہیں، برائی و خرابی کے تناسب کے اعتبار سے ان طریقوں کی نوعیت بھی ہے، یوں تو حرام تمام کا تمام گندہ ہی ہے، لیکن حرام میں بھی بعض حرام زیادہ ہی گندہ ہے، سودی معاملہ سے حاصل کیا ہوا مال کسی ایسے نفع کے عوض میں حاصل کئے ہوئے مال سے زیادہ برا ہے جو نفع حرام ہو۔ اس مفہوم میں علامہ قرطبی نے ابونکیر سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا: ”ایک آدمی مالک بن انس۔ رحمہ اللہ۔ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوعبداللہ! میں نے نشہ میں دھت ایک آدمی کو دیکھا، وہ جو اٹھ کھینچا جاتا تھا، میں نے کہا: شراب سے بھی بری کوئی چیز اگر آدمی کے پیٹ میں داخل ہوتی ہو تو میری بیوی کو طلاق! مالک بن انس نے کہا: تم جاؤ، میں تمہارا مسئلہ دیکھتا ہوں، وہ دوسرے روز آئے، پھر مالک بن انس نے کہا: تم واپس جاؤ، میں تمہارے مسئلہ میں غور کرتا ہوں، جب وہ دوسرے روز آئے تو امام مالک نے ان سے کہا: تمہاری بیوی کو طلاق ہوگئی، میں نے کتاب اللہ اور سنت نبویہ کو کھنگال ڈالا، مجھے سود سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں ملی، کیونکہ یہی ایک گناہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کا اعلان کیا ہے،، (۱)

(۱) ”الجامع لاحکام القرآن۔ للقرطبی [تفسیر قرطبی] (۳/۳۳۶)۔

تلاش و تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام کمائی کے بہتر بے طریقے اور راستے ہیں، اس باب میں اجمالی طور پر میں حرام کمائی کے بنیادی وسائل و ذرائع اور ان کے متعلق وارد نصوص و دلائل کا تذکرہ کروں گا۔

### اول:۔۔ ایسا نفع و فائدہ جس کا ضمان (گارنٹی) نہ ہو !

مثال کے طور پر سود ہے، سود کبیرہ گناہوں میں سے ہے، سود خوروں کے لئے وعید بڑی شدید ہے، تمام شریعتیں اسکی حرمت پہ متفق ہیں، سود خوار کے لئے دنیا و آخرت ہر دو مقام کے لئے بہت سزائیں اور وعیدیں وارد ہیں، جو بایں طور ہیں:

### ۱۔۔ التخبط - خطبہ الحواسی !

ارشاد ربانی ہے ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾ (۱) [سود خور لوگ نہ کھڑے ہونگے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خطبی بنا دے]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا ہے کہ دنیا میں سود خوری کرنے والے آخرت میں اپنی قبروں سے اسی طرح کھڑے ہوں گے جس طرح سے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خطبی اور بدحواس بنا دے، یعنی پاگل پن کی وجہ سے •

ابن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

”قیامت کے روز سودخور پاگل کی طرح اٹھایا جائے گا اس حال میں کہ اس کا

گلا گھونٹا جا رہا ہوگا،، (۱)

قتادہ۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ”قیامت کے دن سودخوروں کی یہی پہچان ہوگی، اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ شیطان کی طرف سے لگنے والے پاگل پن کا شکار ہو گئے،، (۲)

اللہ تعالیٰ نے سودخور کی یہی نشانی بنا دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ بڑا کر کے انہیں بوجھل کر دے گا، تو جب وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو کھڑے ہوں گے، لڑکھڑائیں گے اور گریں گے [یعنی گرتے پڑتے چلیں گے]۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کے پیٹ حاملہ عورتوں کے پیٹ کی طرح پھولے ہوئے ہوں گے، جوں ہی کھڑے ہوں گے، گر پڑیں گے اور لوگ ان کے اوپر سے چلیں گے۔

بعض علماء نے کہا: یہ تو ان کی نشانی ہوگی جسکی وجہ سے وہ پہچانے جائیں گے [کہ یہ سودخور ہیں] پھر عذاب تو اسکے بعد ہوگا۔

(۱) ”تفسیر القرآن العظیم،، ابن کثیر، (۵/۹۷)، ”الدر المنثور فی

التفسیر بالماثور،، سیوطی، (۱/۶۴۳)

(۲) ”جامع البیان عن تاویل آی القرآن،، ابن جریر طبری (۳/۱۰۲)

## ۲۔۔ المحق [مٹانا، برباد کرنا]

ارشاد ربانی ہے ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ، وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ (۱) [اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا]

”المحق“، یہاں پہ کی اور ختم کرنے کے معنی میں ہے •

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے برکت و لذت ختم ہونا مراد ہے تاکہ سود خور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے،

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الربا وان كثر فان عاقبته الى قُلِّ] (۲) [ربا اگر چہ زیادہ بھی ہو پھر بھی انجام اس کا کمی ہی ہے]

(۱) البقرة: ۲۷۶ •

(۲) صحیح ہے، اسکو احمد نے (۴۲۴/۱) میں روایت کیا ہے، الفاظ احمد ہی کے ہیں، ابن ماجہ نے (۲۲۷۹) میں، حاکم نے (۳۷۷/۲) میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے، حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“، (۳۱۵/۴) میں کہا: اسکی سند حسن ہے •



### ۳۔۔ الحرب۔ جنگ!

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَإِنْ تُبَتِّتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ (۱) [اور  
اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ،  
ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے]  
ابن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ نے فرمایا: ”روز قیامت سود خور سے کہا جائے گا:  
(جنگ کے لئے) اپنا ہتھیار سنبھال لو،، (۲) •

قتادہ۔ رحمہ اللہ۔ نے اس آیت کے بارے میں کہا: ”جیسا کہ تم نے سنا، اللہ  
تعالیٰ نے انہیں قتل کی وعید سنائی، تو جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے ان کا خون اللہ  
نے رانگاں کر دیا ہے،، (۳) •

(۱) البقرة: ۲۷۹ •

(۲) ”جامع البیان عن تاویل آی القرآن،، ابن جریر طبری (۱۰۸/۳)

(۳) حوالہ مذکور •

## ۴۔۔ جہنم کی سزا !

ارشادِ ربانی ہے ﴿وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (۱) [ اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے ] ابن عطیہ رحمہ اللہ نے کہا: ”اگر آیت کو کافر کے لئے لیں تو بیشکی (جہنم کی) حقیقی بیشکی مراد ہوگی، اور اگر آیت کو عاصی مسلمان کے لئے لیں تو یہ بیشکی مبالغہ کے طور پر استعارہ ہے،، (۲) •

## ۵۔۔ کفر !

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَمْحَقِ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلِ الصَّدَقَاتِ، وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ (۳) [ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا ] •

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کو کافر کہا ہے، اور اپنی ناپسندیدگی اور محبت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے، آیت میں کفر سے کفر ان نعمت مراد ہے، الایہ کہ اسکو حلال سمجھتا ہو، تو پھر ملت سے خارج کرنے والا کفر مراد ہوگا جو ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم کو واجب کرتا ہے جیسا کہ وعید والے نصوص کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ ہے •

(۱) البقرة : ۲۷۵

(۲) ”المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز،، ابو محمد بن عطیہ الاندلسی (۲/۴۸۳)

(۳) البقرة : ۲۷۶

## ۶۔۔ ظلم!

ارشاد ربانی ہے ﴿فَالْكُمْ زُءُ وِسْ أُمُوَالْكُمْ لَا تَظْلُمُونَ وَ لَا تُظْلَمُونَ﴾  
(۱) [تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سودی کام کرنے والے کو ظالم کہا ہے اگر وہ توبہ نہ کر لے

## ۷۔۔ قبر کا عذاب!

سمرہ بن جندب۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:  
[آج رات کو میں نے خواب دیکھا، دو شخص (جبرائیل اور میکائیل) میرے پاس آئے اور مجھے ایک پاکیزہ زمین میں لے گئے، خیر ہم (تینوں مل کر) چلے، ایک خون کی ندی پر پہنچے، دیکھا تو اس میں ایک آدمی کھڑا ہے، اور ندی کے بیچ میں (☆) ایک شخص ہے جسکے سامنے پتھر رکھے ہیں، وہ شخص جو ندی میں کھڑا تھا آنے لگا، اس نے ندی سے باہر نکلنا چاہا، وہیں اس شخص نے (جو کنارے پر تھا) اس کے منہ پر پتھر مارا، وہ جہاں سے چلا تھا وہیں پلٹ گیا، اسی طرح ہر بار جب وہ باہر نکلنا چاہتا یہ اس کے منہ پر ایک پتھر مارتا، وہ جہاں تھا وہیں لوٹ جاتا، میں نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے کہا: ندی میں جو کھڑا ہے سود خور ہے]

(البقرة: ۲۷۹)

(☆) یہ صحیح نہیں ہے، صحیح وہی ہے جو دوسری روایتوں میں ہے [و علی شط النہر۔ ندی کے

(۲) بخاری (۲۰۸۵)

کنارے پہ، مترجم بخاری]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: کہ رسول اللہ

ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے اور سود کا معاملہ لکھنے والے پر لعنت کی

اور فرمایا: وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں [۱]

• لعنت: اللہ کی رحمت سے دوری اور دھتکار کو کہتے ہیں

۹۔۔ سود خطرناک کبار میں سے ہے!

۱۰ احادیث نبویہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سود ہلاک کرانے والے

گناہوں میں سے ہے، چنانچہ ابو ہریرہ۔ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم

ﷺ نے فرمایا: [سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔۔۔ اور ان میں آپ

نے سود خور کا ذکر کیا۔ (۲) لے کے اس طرح ہونا اور دیکھ کر ان کی طرف سے

1. What is the purpose of the study?

$\frac{d}{dt} \left( \frac{1}{2} m \dot{x}^2 \right) = \frac{1}{2} m \ddot{x}^2 = \frac{1}{2} m \left( \frac{d}{dt} \left( \frac{1}{2} m \dot{x}^2 \right) \right) = \frac{1}{2} m \ddot{x}^2$

...and the fact that the *Journal* is a journal of the American Psychological Association, the largest and most prestigious of the psychological organizations in the United States, is a source of great pride for me.

$$(\gamma_1 \gamma_2)^{-1} = (\gamma_1^{-1})^T \gamma_2^{-1} = S^T \gamma_2^{-1} = S^T S^{-1} \gamma_2 = \gamma_2$$

சென்னை - சென்னை மாநகரம்.

(۱) اسکو امام مسلم نے روایت کیا ہے (۱۹۵۸) بیروت: دار الفکر، ص ۱۰۱، باب ۱۰۸

د. یان (1966) ۱۰۰۰

(۲) بخاری (۲۷۶) مسلم (۸۹)

عبداللہ بن مسعود۔ رضی اللہ عنہ۔ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: [سود کے تہتر (۷۳) دروازے ہیں، سب سے ہلکا ایسا ہے جیسے آدمی اپنی ماں سے شادی کرے، اور سب سے بڑا سود خوار وہ ہے جو کسی مسلمان کی آبروریزی کرے] (۱)

علی بن ابی طالب۔ رضی اللہ عنہ۔ نے کہا ”سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس (۳۶) بار زنا سے زیادہ بڑا گناہ ہے،“ (۲)

کعب الاحبار نے کہا: ”میں تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کروں میرے لئے بہتر ہے بجائے اسکے کہ میں سود کا ایک درہم کھاؤں، اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں جو کھا رہا ہوں وہ سود ہے،“ (۳)

سلف کے یہ اقوال سود خیزی کی خطرناکی بیان کرنے کے لئے ہیں، زنا کے مقابلہ میں سود کو زیادہ خطرناک اور بڑا گناہ ثابت کرنے سے ان کا مقصد زنا کو ہلکا ثابت کرنا ہرگز نہیں ہے، بلکہ وہ یہی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سود کی حرمت میں وارد وعیدیں زنا کے تعلق سے وارد وعیدوں سے زیادہ خطرناک ہیں •

(۱) صحیح ہے، ابن ماجہ (۲۲۷۵)، حاکم (۳۷/۲) اور حاکم نے اسکو صحیح کہا، بیہقی ”شعب الایمان“،

(۲/۳/۵۵۱۹)، بوسیری نے ”مصباح الزجاجة“، (۳۳/۳) میں کہا: یہ صحیح سند ہے، فیض القدیر (۵۰/۴)

میں کہا: عراقی نے کہا: اسکی سند صحیح ہے۔ (۲) ”مصنف ابن ابی شیبہ“، (۵۶۱/۶) نمبر ۲۰۳۶۔

(۳) کعب الاحبار کی طرف اسکی نسبت صحیح ہے، اسکو احمد (۲۲۵/۵) نے اور ابن ابی شیبہ نے

”مصنف“، (۵۵۸/۶) میں درج کیا ہے۔

دوم۔۔۔ جھوٹی قسم کے ذریعے مال حاصل کرنا!

جھوٹی قسم (اليمين الفاجرة) کو اليمين الغموس (دائستہ جھوٹی قسم) بھی کہتے ہیں، احادیث میں [الزور] [يمين صبر] اور [يمين مصبوره] بھی کہا گیا ہے، عام طور سے ایسی قسمیں دعویٰ اور مطالبہ کے لئے ہوتی ہیں، ایک فریق جھوٹی قسم کھاتا ہے تاکہ اپنے حریف پر باطل طریقے سے غلبہ حاصل کرے، اور اس طرح مال حاصل کر لیتا ہے۔

ایسی قسم کو غموس (ڈبونے والی۔ غوطہ دینے والی) اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں اور پھر جہنم میں غرق کر دیتی ہے، احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ یمین غموس اس قسم کو کہتے ہیں جسکے ذریعے مسلمان کا مال مار لیا جائے، اس سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ یمین، غموس اسی وقت کہلائے گی جب کسی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کے مال پر غلبہ کے ذریعے قبضہ کیا جائے، لیکن درست یہ ہے کہ یمین غموس کے بارے میں وارد بعض وعیدیں بعض ایسی قسموں کے تعلق سے بھی وارد ہیں جن میں اکثر مال ہتھیانے کی صورت نہیں ہے، جیسے جھوٹی قسموں کے ذریعے سامان تجارت نکالنا، اس لئے ان نصوص اور وعیدوں کی روشنی میں یمین غموس کے مفہوم اور دائرہ کو وسیع کرنا پڑے گا تاکہ ہر اس شخص کی قسم کو یمین غموس کہا جائے جو جھوٹی قسم کے ذریعے مال پر قبضہ کرے، خواہ یہ قبضہ حریف پر غلبہ کی صورت میں ہو یا دھوکہ کے ذریعے ہو، جیسے جھوٹ بول کر سامان تجارت کو زائج کرنا، اس لحاظ سے ہر جھوٹی قسم یمین غموس ہوگی، ہم خواہ اسے [نجور] کا نام دیں یا [زور] کا۔

لوگوں کی کثیر تعداد نے حب دنیا اور ورہم و دینار جمع کرنے کی خاطر یمن غبوس میں بڑی آسانی کر لی ہے، بلکہ بہت سے کمزور دین والوں اور اللہ کا خوف نہ رکھنے والوں نے تو چند ٹکوں کے لئے جھوٹی شہادت کو پیشہ بنالیا ہے، اور ایسے لوگ عدالتوں کے باہر یا لوگوں میں ایسی شہادت کے تعلق سے مشہور ہوتے ہیں، ایسا شخص چند ٹکوں کی خاطر جھوٹ پر گواہ بنتا ہے، حالانکہ ہو سکتا ہے یہی چند روپے اسکے لئے جہنم کا ایندھن بن جائیں۔

جھوٹی قسم کی خطرناکی اور ایسی قسم کھانے والے کے بارے میں بہت سی آیات اور احادیث وارد ہیں، بعض درج ذیل ہیں :

۱۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (آل عمران: ۷۷) [بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات چیت کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے]۔

چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [جو شخص جھوٹی قسم کھائے اور قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال (ناحق) مار لے، تو جب وہ اللہ سے (آخرت میں) ملے گا، اللہ اس پر غصہ ہوگا، پھر اس پر اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق اپنی کتاب میں اتاری ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿﴾ عبد اللہ بن مسعود حدیث بیان کر چکے تھے اتنے میں اشعث بن قیس پہنچے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا: کیوں عبد اللہ بن مسعود نے تم سے کیا حدیث بیان کی؟ انہوں نے کہا: ایسی ایسی (اس حدیث کا ذکر کیا) اشعثؓ نے کہا: یہ آیت تو میرے ہی مقدمہ میں اتری ہے، ہوا یہ کہ میرے ایک چچا زاد بھائی تھے، ان کی زمین پر میرا ایک کنواں تھا، میں نبی ﷺ کے پاس آیا (اپنے کنوئیں کا دعویٰ کیا) آپ نے فرمایا: [گواہ لاؤ] میں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں، آپ نے فرمایا: [پھر ندی علیہ سے قسم لے لو] میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ تو قسم کھالے گا، آپ نے فرمایا: پھر آپ نے یہ حدیث ذکر کی، تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق میں آیت نازل کی،، (۱) •

۲۔۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [پانچ گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ نہیں ہے: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، کسی مؤمن پر بہتان لگانا، میدان جہاد سے فرار ہونا، جھوٹی قسم کھا کر ناحق کسی کے مال پر قبضہ کرنا] (۲)

(۱) بخاری (۲۳۵۶-۲۳۵۷) مسلم (۱۳۸)

(۲) صحیح ہے، احمد (۸۷۲۲) دیکھو: "علل ابن ابی حاتم"، (۳۳۹/۱) "نیل الاوطار"

،، (۱۳۲/۹) کہ اسکی سند میں "بقیہ"، (ایک ضعیف راوی) ہے



۳۔ ابو امامہ الحارثی۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جس نے اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق مار لیا تو اللہ نے اسکے لئے جہنم واجب اور اس پر جنت حرام کر دی] ایک صحابی نے عرض کیا: اگرچہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: [اگر چہ اراک (مسواک) کی لکڑی ہی کیوں نہ ہو] (۱) •

۴۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: [اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کا قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہیں] (۲) •

۵۔ عبد اللہ بن انیس الجعفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [کبار گناہوں میں بھی سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی قسم کھانا ہے، اور کوئی قسم کھانے والا اگر اللہ کے نام پر جھوٹی قسم کھاتا ہے اور ایک پھھر کے پر کے برابر بھی کوئی چیز حاصل کر لیتا ہے تو اسکے دل میں قیامت تک کے لئے ایک سیاہ نقطہ بنا دیا جاتا ہے] (۱) •

اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی کا حق مارنے کے لئے جھوٹی قسم کھاتے ہی ایسا شخص جہنم کا حقدار ہو جاتا ہے، اگرچہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو جسکی کوئی قیمت و اہمیت نہ ہو جیسے سواک کی لکڑی •

ان تمام مذکورہ دلائل سے جھوٹی قسم کی قباحت اور خطرناکی ثابت ہوتی ہے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والا گناہ عظیم میں پڑتا ہے جس کے لئے بڑی سخت سزا اور عذاب ہے •

(۱) صحیح ہے، احمد (۳۹۵/۳) ترمذی (۲۰۲۰) اور ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے، حاکم (۳۲۹/۳) اور اسکو صحیح کہا ہے، ضیاء نے بھی اس حدیث کو ”المختارہ“، (۱۵/۹) میں ذکر کیا ہے، شوکانی نے ”نیل الاوطار“، (۲۲۲/۹) میں فتح الباری کے حوالے سے حافظ ابن حجر کے اس حدیث کو حسن کہنے کی بات نقل کی ہے • (۲) (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

سوم :- (کسب حرام کا تیسرا طریقہ) ظلم و زبردستی اور غیر شرعی طریقے سے لیکن بہ اجازت کسی کا مال لینا !

جیسے : رشوت !

رشوت کی تعریف :-

کسی ناحق کو حق یا حق کو ناحق ثابت کرنے کی غرض سے کسی مادی چیز (نقدی وغیرہ) کے ذریعے کوئی ضرورت یا مقصد حاصل کرنے کو رشوت کہتے ہیں (۱) •  
رشوت کے تین کردار ہوتے ہیں:

راشی :- رشوت دینے والا جو جھوٹے معاملہ میں مدد کرنے والے کو رشوت دیتا ہے  
مرتشی :- رشوت لینے والا •

رائش :- جو لینے اور دینے والوں کے درمیان معاملہ طے کراتا ہے ایک فریق سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے اور دوسرے سے کم کراتا ہے، ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ کبھی صرف دو ہی کردار راشی اور مرتشی (دینے اور لینے والے) ہی ہوتے ہیں •

مسلمان کے مال میں اصل حکم تو حرمت کا ہے، ارشادِ ربّانی ہے ﴿وَلَا تَتَكَلَّوْا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (۱)۔ [اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو] اس لئے ایک مسلمان کا مال اسکی رضا مندی کے بغیر لینا ناجائز نہیں ہے۔

اور اگر رشوت لینے والا مال کے مالک کی اجازت سے اسکا مال لیتا ہے ایسے کام کے عوض میں جیسا پورا کرنا اسکی ذمہ داری اور ڈیوٹی ہی ہے، تو پھر ایسا مال حرام مال ہے اسکا لینا اسکے لئے ناجائز ہے، اور لعنت اسکے ساتھ لگ جاتی ہے، کیونکہ غیر شرعی طریقے اس نے یہ مال لیا ہے۔

اس صورت میں لعنت رشوت دینے اور لینے والے دونوں کو لگتی ہے اگر دینے والا کسی ناحق کو حق ثابت کرنے کے لئے یا رشوت لینے والے کے ذریعے کسی حق کو دبانے کے لئے رشوت دیتا ہے۔

لعنت اسکو بھی پہنچتی ہے جو ان دونوں کے درمیان معاملہ طے کراتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں اسکو ”رائش“، کہا جاتا ہے، یہ درمیانی شخص جو مال اس کام کے عوض میں لیتا ہے وہ بھی حرام مال ہے، اسکی وجہ سے لعنت اور اللہ کی رحمت سے دوری اسکا مقدر بنتی ہے۔

آج کے اس زمانہ میں عجیب و غریب انداز میں رشوت پھیل گئی ہے، حرام کھانے والوں نے رشوت کے نئے نئے انداز و اشکال بنائے ہیں، یہاں تک کہ بہتر سے ایسے لوگ جنکے دامن اس قسم کی گندگیوں سے آلودہ ہیں، بعض ایسے شعبوں اور محکموں میں ملازمت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں جہاں یہ بہت زیادہ

لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے معاملات کو روک کر کے اور ان کے حقوق کو دبا کر کے رشوت حاصل کریں، والعیاذ باللہ •

بہت زیادہ دلائل اس کام کی خطرناکی اور ایسا کرنے والے کی سزا اور عذاب کے سلسلہ میں موجود ہیں،

۱۔ ابو ہریرہ۔ رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں: ”فیصلوں میں رشوت دینے اور لینے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے،“ (۱) •

۲۔ عبد اللہ بن عمرو۔ رضی اللہ عنہما۔ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[راشی اور مرثی دونوں پر اللہ کی لعنت ہے] (۲)

۳۔ ثوبان۔ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: [رسول اللہ ﷺ نے راشی، مرثی اور رائش تینوں پر لعنت کی ہے] (۳) (☆)

(۱) صحیح ہے، احمد (۲/۲۸۷)، ترمذی (۱۳۳۶)، الفاظ ترمذی کے ہیں، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوداؤد (۳۵۸۰)، علامہ البانی نے اسکو صحیح کہا ہے •

(۲) صحیح ہے، احمد (۲/۲۱۲)، ابن ماجہ (۲۳۱۳)، ابوداؤد (۳۵۸۰) •

(۳) صحیح ہے، احمد (۵/۲۷۹)، حاکم (۴/۱۰۳) اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے •

(☆) ”الرائش“، کے اضافی لفظ کے علاوہ باقی حدیث صحیح لغیرہ ہے، امام ڈھمی نے اس روایت کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے، علامہ البانی نے ضعیف الجامع الصغیر میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، غایۃ المرام میں ۴۵۸ نمبر سے یہ حدیث موجود ہے (مترجم)

حاکموں اور جج وغیرہ کو دیئے جانے والے تحفے تحائف بھی رشوت ہی ہیں، تحفہ دینے والا اگر اس شخص کے قاضی، جج یا حاکم بننے سے پہلے اسکو ہدیہ تحفہ نہیں دیتا تھا اور عہدہ اور منصب پانے والے کو اب تحفہ و ہدیہ دیتا ہے تو اسکے پیچھے کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے، یا تو یہ ہدیہ دینے والا حق پر نہیں ہے، اور اس ہدیہ و تحفہ کے ذریعے مضبوطی حاصل کرنا چاہتا ہے یا اس کو ہدیہ پیش کر کے اپنا حق حاصل کرنا چاہتا ہے، اور جیسا کہ گذر چکا دونوں صورتیں حرام ہیں، بہر حال کم از کم وہ حاکم کی قربت، اپنی حیثیت یا اپنی بات تسلیم کرنا چاہتا ہے، اور اس طرح وہ اپنے دشمنوں پر فوقیت حاصل کرنا اور ان کے مطالبات اور دعویٰ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، پھر ہوتا یہ ہے کہ حقدار اس کے رعب میں آ جاتا ہے، اور اس سے ڈرنے لگتا ہے، اور یہ تمام کام وہی ہیں جنکی خاطر رشوت دی جاتی ہے۔

اس لئے ایک دیدار اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا یقین رکھنے والے حاکم اور قاضی کو ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنے سے بچنا چاہئے جو اسے قاضی کا منصب ملنے کے بعد ہدیہ پیش کر رہا ہے، کہ طبع انساں پر احسان کا اثر ہوتا ہے، اور محسنوں کی طرف دل کا میلان ہوتا ہے، ہو سکتا ہے ہدیہ دینے والے کی طرف اسکا دل مائل ہو جائے اور یہ میلان مخاصمت کے وقت ہدیہ دینے والے اور اسکے حریف کے درمیان برحق فیصلہ کرنے میں آڑے آئے، اور قاضی یا جج کو اسکا احساس نہ ہو سکے، وہ اسی خیال میں رہے کہ وہ جادہ حق سے نہیں ہٹا ہے، کیونکہ ہدیہ دینے والے کے احسان نے اسکے اندر ایسے ہی رجحانات پیدا کر دیئے ہیں، اور رشوت یہی سب تو

کرتی ہے،، (۱)

اس کی تائید عمر بن الخطاب - رضی اللہ عنہ - کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جسے بیہقیؒ نے اپنی ”سنن“ میں روایت کیا ہے، کہ ”ایک شخص عمر بن الخطاب - رضی اللہ عنہ - کو ہر سال اونٹ کی ایک ٹانگ بطور ہدیہ دیا کرتا تھا، کہتے ہیں، ”ایک بار عمر بن الخطاب - رضی اللہ عنہ - کے پاس کسی معاملہ میں فیصلہ کے لئے آیا، اور کہا: ہمارے درمیان اسی طرح قطعی اور فیصلہ کن حکم جاری کیجئے جس طرح اونٹ سے اسکی ران جدا (فصل) کی جاتی ہے،، راوی کہتے ہیں: اسکے بعد عمر بن الخطاب - رضی اللہ عنہ - نے اپنے عاملین (گورنر) کو پروانہ جاری کیا کہ،، ہدیہ نہ قبول کیا کرو کہ وہ رشوت ہے

(۱) امام شوکانی، دیکھئے ”نیل الاوطار“، (۱۷۳/۹)

(۲) دیکھئے ”السنن الکبریٰ للبیہقی“، (۱۳۸/۱۰)

چہارم۔۔ مال کے مالک اور شریعت دونوں کی اجازت کے بغیر مال حاصل کرنا !

اسکی متعدد صورتیں ہیں جیسے : چوری، غصب، دھوکہ و فریب، لوٹ مار، خیانت، یہ سب حرام طریقے ہیں، ان طریقوں سے مال لینا حرام ہے، ان طریقوں سے مال حاصل کر کے کھانے والا حرام کھاتا ہے، ان میں گناہ کے اعتبار سے بعض طریقے بعض سے فروتر ہیں •

چور اسکو کہتے ہیں جو خچپ کے آئے اور کسی کی ملکیت والی چیز میں سے کچھ لے لے، جو اسکی نہیں ہے بلکہ اسکی چیز ہونے کا اس میں شبہ تک نہیں ہے •

اور اگر کھلم کھلا لیتا ہے تو یہ ڈاکہ اور لوٹ مار ہے •

اور مال کا مالک اگر دینے سے انکار کرے اور پھر بھی یہ لے لے تو یہ غصب ہے • اور اگر مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اس میں سے کوئی کچھ لے لیتا ہے تو یہ عمل غلول کہلاتا ہے •

شرعی دلائل کی روشنی میں ان تمام طریقوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے، یہ سب سخت (حرام اور خبیث) ہے، ایسے طریقے سے مال لینے والا سزا پائے گا، اگر صحیح شرائط کے مطابق توبہ نہیں کر لیتا، اسکا بیان آگے آئے گا •



## شرعی دلائل :-

غلول کے بارے میں :-

۱۔ اللہ عزوجل نے، غلول،، کے بارے میں فرمایا ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (آل عمران: ۷۵) [ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا]

۲۔ ابو ہریرہؓ نے کہا: [نبی کریم ﷺ ہم کو اپنا خطبہ سناتے کھڑے ہوئے، اور آپ نے مال غنیمت میں چوری کا بیان کیا، اسکو بڑا گناہ فرمایا، اسکا بہت بڑا وبال اور سزا وعذاب بیان فرمایا، آپ نے فرمایا: ] (دیکھو) ایسا نہ ہو میں تم میں سے کسی کو اپنی گردن پر قیامت کے دن بکری لادے دیکھوں، وہ میاں ہی ہو، یا گھوڑا لادے دیکھوں، وہ ہنہار ہا ہو، اور وہ مجھ سے کہے: یا رسول اللہ میری مدد کیجئے، میں کہوں مجھے کچھ اختیار نہیں، میں نے تو دنیا میں اللہ کا حکم جھکو پہنچا دیا تھا، یا اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلار ہا ہو، وہ مجھ سے کہے: یا رسول اللہ! میری فریاد سنئے (اس اونٹ کو میری گردن سے چھڑائیے)، میں کہوں مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا، میں نے تو جھکو (اللہ کا حکم) پہنچا دیا تھا، یا اپنی گردن پر سونا چاندی اسباب لادے ہو، مجھ سے کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے، میں جواب دوں میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے جھکو (اللہ کا حکم) پہنچا دیا تھا (کہ چوری نہ کرنا)، یا اپنی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے لادے

ہوئے ہو جو (ہو اسے) اڑ رہے ہوں، اور کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے، میں کہوں اب تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تجھ کو اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا] (۱)

۳۔۔ عبد اللہ بن عمرو۔ رضی اللہ عنہما۔ سے مروی ہے کہ: کر کرہ نامی ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے زنانے کانگراں تھا، وہ مر گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وہ دوزخ میں ہے] لوگ اس کو دیکھنے کے لئے گئے تو دیکھا کہ ایک عباۓ اس نے غنیمت میں سے چوری کر لی تھی، (۲)

چوری کے بارے میں :- چور کے لئے لعنت وارد ہے، لعنت اللہ کی رحمت سے دوری اور دھتکار کو کہتے ہیں، ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت بھیجی ہے، انڈا بھی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے] (۳)

اور چونکہ چوری کبار میں سے ہے، اس لئے اتنی شدید وعید آئی کہ چوری کرتے وقت چور کے کمال ایمان ہی کی نفی کر دی، کیونکہ ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا [زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، چور جس وقت چوری کرتا ہے اس وقت مومن نہیں رہتا] (۴)

(۱) بخاری (۳۰۷۳) لفظ بخاری کے ہیں، مسلم (۱۸۳۱) (۲) بخاری (۳۰۷۴)

(۳) بخاری (۶۷۸۳) مسلم (۱۶۸۷)

(۴) بخاری (۳۷۸۲)

**پنجم۔**۔ پوری خیر خواہی اور مطلوبہ معیار کے بغیر کئے ہوئے کام کی اجرت لینا! عمل یا کام و محنت امانت ہے، جان بوجھ کر اس میں تقصیر کرنا خیانت ہے، ایسے کام کے عوض میں حاصل ہونے والی کمائی حرام کمائی ہے، اور ناحق مال کھانا ہے، ایسے مال پر قابض ہونا اور اس کا مالک بننا آدمی کے لئے جائز نہیں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (۱) [اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو] خواہ یہ کام کسی فرد واحد کا ہو یا کمپنی کا یا حکومت کا جیسے سرکاری ملازمت اور نوکریاں، سب کا معاملہ یکساں ہے •

شریعت کام، ڈیوٹی اور نوکری کرنے والے سے مطالبہ کرتی ہے کہ اپنا کام پورے خلوص سے، اور حتی الامکان مکمل طور سے پورا کرے، بلکہ بدرجہ اتم اپنا کام یا ڈیوٹی ادا کرنے کی ترغیب ہے، عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا [اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ جب تم کوئی کام کرو تو اسکو بدرجہ اتم اور ممکن حد تک انجام دو] (۲)

(۱) البقرة: ۱۸۸

(۲) متعدد طرق کو ملا کر صحیح ہے، ابو یعلیٰ (۳۳۹/۷)، طبرانی، الاوسط، ط، (۳۳۵-۳۳۴/۳)، اسکی سند میں بعض علماء نے (۸۹۷/۲۷۵)، بیہقی ”شعب الایمان“، (۳۳۵-۳۳۴/۳)، اسکی سند میں بعض علماء نے کلام کیا ہے، الا یہ کہ اسکے متعدد شواہد ہیں، بیہقی نے اسکے صحیح ہونے کا اشارہ دیا ہے •

ششم۔۔ یتیم کی سرپرستی کرتے ہوئے مال حاصل کرنا! کتاب وسنت کے نصوص کی روشنی میں یتیم کا مال کھانے کی حرمت ثابت ہے، اور یہ عمل کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے، بعض دلائل یہ ہیں:

۱۔ ارشاد ربانی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلُونَ سَعِيرًا﴾ (۱) [جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے]

مختلف طریقوں سے مال لینے کو مال کھانے سے تعبیر کیا گیا کیونکہ آدمی جتنا بھی مال جمع کرتا ہے، سب سے پہلا حصہ اس میں پیٹ کا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد دیگر ضروریات اور زیب و زینت کا نمبر آتا ہے، پیٹ کی تعبیر کے ذریعے ان کو حاصل ہونے والی کمی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کھائی جانی والی شے کو اس کے انجام کے اعتبار سے آگ سے تعبیر کیا ہے، (۲)

(۱) النساء: ۱۰

(۲) دیکھئے ”المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز“، ابن عطیہ (۵۰۹/۳)

اس آیت کی تفسیر میں ”سندی“ نے کہا: جو آدمی ظالمانہ طور پر یتیم کا مال کھاتا ہے، قیامت کے دن وہ اس طرح اٹھایا جائے گا کہ آگ کی لپٹیں اور شعلے اس کے منہ سے، اس کے کان سے، اسکی سانسوں سے اور آنکھوں سے نکل رہے ہوں گے، جو بھی اسے دیکھے گا وہ پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے، (۱)

۲۔ ابو ہریرہؓ سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [سات ہلاک و برباد کر دینے والی چیزوں سے بچو، ان میں سے آپ نے، یتیم کا مال کھانے کا بھی ذکر کیا، (۲)]

۳۔ ابوسعید الخدریؓ رضی اللہ عنہ۔ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے ہمیں اسراء کی رات کے مشاہدات کے بارے میں بتایا: [میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح ہیں، ایک فرشتہ ان کے لئے مقرر ہے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتا ہے اور ان کے منہ کے اندر آگ کی ایک چٹان ڈالتا ہے جو ان کے سرینوں سے نکلتا ہے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں یہ لوگ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ کھا رہے ہیں، (۳)]

(۱) ”جامع البیان عن تاویل آی القرآن“، لابن جریر طبری (۳/۷۷۳)

(۲) متفق علیہ ہے، اسکی تخریج گزر چکی،

(۳) اسکو ابن ابی حاتم نے اپنی ”تفسیر“، (۳/۸۷۹) میں ذکر کیا ہے، اور ابن جریر طبری نے اپنی

تفسیر (۸/۲۷) میں ابو ہارون العبدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جو متکلم فیہ ہے۔

ہفت قسم۔۔ عین محرمہ (بعینہ حرام) یا منفعت محرمہ (حرام نفع) کے عوض مال لینا!

عین محرمہ جیسے: شراب اور منشیات کی قیمت، ہمارے آج کے زمانہ میں یہ دونوں مصیبتیں اس طرح پھیل گئی ہیں جس طرح بھس میں آگ پھیلتی ہے، کمزور ایمان والے منشیات کے فروغ اور اسکو پھیلانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے ہیں، کیونکہ اس زہر کی بدولت بہت مال ہاتھ آتا ہے، نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ بعض ممالک کی تو معیشت ہی انہی زہروں پہ قائم ہے، حالانکہ یہ زہران پانچ اہم مقاصد کی تیج کنی کرتے ہیں جنکی حفاظت اور بقاء کے لئے شریعت اور اسکے جملہ وسائل و ذرائع آئے ہیں اور وہ پانچ اہم مقاصد ہیں: دین، نفس، عزت و آبرو، مال اور عقل •

شراب کی حرمت کے سلسلہ میں بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں، بلکہ دین اسلام میں اسکی حرمت تو ہر مسلمان کو بدیہی طور پر معلوم ہی ہے •

چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں: جب سورہ بقرہ کی آخری آیتیں اتریں (جن میں سود کا ذکر ہے) تو نبی ﷺ اپنے حجرے سے برآمد ہوئے، اور فرمایا [شراب کی تجارت کرنا بھی حرام ہے] (۱)

ابن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ سے روایت ہے کہ ”ایک آدمی نکلا۔ جبکہ شراب ابھی حلال تھی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے شراب کا ایک مٹکا (مشکیزہ) ہدیہ کیا، اسکو اونٹ پہ لاد کر لایا، اور رسول اللہ ﷺ کو تشریف فرما پایا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کیا ہے؟ اس نے کہا: شراب کا مشکیزہ ہے جو میں نے آپ کو ہدیہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [کیا تم کو علم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو حرام کر دیا ہے؟] اس نے کہا: نہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بے شک اللہ نے اسکو حرام کر دیا ہے، یہ سن کر وہ آدمی اونٹ ہانکنے والے کی طرف متوجہ ہوا اور آہستہ سے اس سے کچھ بات کی، رسول اللہ ﷺ نے کہا: تم نے اس سے کیا کہا؟، اس نے جواب دیا: میں نے اسکو شراب فروخت کر دینے کے لئے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جس نے اسکا پینا حرام کیا ہے اس نے اسکی فروخت بھی حرام کی ہے] راوی کہتے ہیں: پھر اس نے مشکیزہ کے نچلے منہ کو کھولنے کے لئے کہا، اور وہ کھولا گیا، پھر وہ شراب مٹی میں بہہ گئی، کہتے ہیں: میں نے اسکی تہ میں نظر ڈالی تو کچھ بھی نہیں بچا تھا،

(۱)

انس۔ رضی اللہ عنہ۔ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے شراب میں دس لوگوں کو لعنت کی ہے، نچوڑنے والا، اور جس کے لئے نچوڑی جائے، پینے والا، اٹھانے والا، اور جس کے لئے اٹھا کر لے جائی جائے، پلانے والا، بیچنے والا، اسکی قیمت کھانے والا، خریدنے والا، اور جس کے لئے خریدی گئی ہے،،

ابن عمر۔ رضی اللہ عنہما۔ نے کہا: شراب پر دس صورتوں میں لعنت ہے :  
خود شراب پر لعنت ہے، اسکے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے اور خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، اور جس کے لئے نچوڑی گئی ہے، اٹھانے والے پر، اور اس پر جس کے لئے اٹھا کر لے جائی گئی ہے، اور اسکی قیمت کھانے والے پر،، (۲)

(۱) صحیح ہے، ترمذی (۱۲۹۵) الفاظ ترمذی ہی کے ہیں، ابن ماجہ (۳۳۸۱)

(۲) صحیح ہے، احمد (۲۵/۲)، ابن ماجہ (۳۳۸۰)، ابوداؤد (۳۶۷۴)



دیگر اور اعیانِ محرمہ، جنکی حرمت اور جن کی حرمت تجارت کی علماء نے تصریح کی ہے، یہ ہیں: صلیب، کتا، خنزیر، اصنام، مجسمے، نیز سحر، علم نجوم، اور کفر و زندیقیت پر ابھارنے والی کتابیں،

جابر بن عبد اللہ - رضی اللہ عنہما - سے روایت ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فتح مکہ کے سال مکہ میں تھے۔ [اللہ نے اور اسکے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور اصنام (بتوں) کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے، اس پر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا مردار کی چربی فروخت کرنا بھی حرام ہے، حالانکہ اس سے کشتیاں چکنی کی جاتی ہیں، کھالوں کو چرب کیا جاتا ہے، اور لوگ اسے چراغ جلانے میں استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: نہیں، وہ بھی حرام ہے] اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: [اللہ تعالیٰ یہود کو غارت کرے، اللہ نے جب ان پر چربی حرام کر دی، تو اسے پگھلانے لگے اور اسے فروخت کر کے اسکی قیمت کھانے لگے] (۱)۔

## حرام نفع !

ایسی چیزیں جنکی منفعت حرام ہونے کی علماء نے تصریح کی ہے، وہ ہیں:

☆ گانے والے اور گانے والی کی اجرت !

گانوں سے وہ غزلیہ اشعار مراد ہوتے ہیں جنکو گانے کے فن کے ماہرین منتخب کر کے، خوبصورت لحن اور لے کے ساتھ ایسے دلفریب سروں کے ساتھ ان کو پیش کرتے ہیں جو جذبات کو براہیختہ کرتے اور نفوس کو ایسے طرب کی دنیا میں لے جاتے ہیں جس طرح شدید نشے کی حالت میں ہوتا ہے (۱)

آج کی دنیا میں اکثر ایسا ہی ہے، آج کے گانے سوئے جذبات کو جگاتے اور طبیعتوں میں پوشیدہ شہوتوں کو بھڑکاتے اور برائی پر آمادہ کرتے ہیں، یہ گانے عارض و رخسار، سینے اور قد و قامت کے بیان، عورتوں کے ذکر اور منکر اور جھوٹ سے عبارت ہوتے ہیں •

ابو امامہ۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :  
[مغنیات (گانے والیوں) کو نہ فروخت کرو اور نہ انہیں خریدو، نہ انہیں سکھلاؤ، ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اور ان کی قیمت حرام ہے] (۲)

(۱) ابن حجر الہیتمی کے کلام سے ماخوذ، ”کف الرعاع“، (ص: ۶۰)

(۲) صحیح ہے، احمد (۲۶۴/۵) ترمذی (۱۲۸۲) ابن ماجہ (۲۱۶۸) تہذیبی ”السنن

الکبریٰ“، (۱۵/۶)

ابن عبد البر۔ رحمہ اللہ۔ نے سود، زانیوں کی اجرت، بخت (ہر خبیث کمائی جس سے عار لازم آئے) رشوت وغیرہ کی کمائی اور نوحدہ و ماتم اور گانے کی اجرت کی تحریم پر اجماع نقل کیا ہے، (۱) •

☆ منافع محرمہ میں زانیہ کی اجرت بھی ہے،

ابو مسعود انصاری۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کو دی جانے والی بخشش سے منع فرمایا ہے، (۲) زانیہ کی اجرت (جسے حدیث میں مہر سے تعبیر کیا گیا ہے) اس مال کو کہتے ہیں جو اس کے ساتھ زنا کرنے کے عوض میں وہ لیتی ہے •

منافع محرمہ میں تنجیم کی اجرت بھی ہے، نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ گذشتہ حدیث میں آپ نے فرمایا [اور کاہن کی بخشش] •

ابن تیمیہ۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: تنجیم کا پیشہ جس میں فلکیاتی اصولوں کی روشنی میں زمینی حوادث کا پتہ لگایا جاتا ہے، اور فلکیاتی موثرات اور زمینی تبدیلیوں کو خلط ملط کیا جاتا ہے، یہ پیشہ کتاب و سنت اور اجماع سے حرام ہے، اس (حرمت) میں وہ بھی شامل ہے جو مخم کو، پانسہ پھینکنے والے کو اور نکلری مار کر قسمت کا حال بتانے والے کو دیا جاتا ہے، جو کچھ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ حرام ہے، متعدد علماء نے اسکی حرمت پہ اجماع نقل کیا ہے جیسے بغوی اور قاضی عیاض وغیرہ (مجموع فتاویٰ ۱۹۳، ۱۹۳، ۱۹۳/۳۵)

(۱)، "الکافی فی فقہ اہل المدینۃ"، (۱/۳۳۳) (۲) بخاری (۲۲۳۷) مسلم (۱۵۶۷)

☆ منافع محرمہ میں حرام چیزیں بنانے کی اجرت بھی ہے جیسے: صلیب، اور وہ اجرت جو نوحہ کرنے والی نوحہ کرنے کے عوض میں لیتی ہے، یہ اس لئے حرام ہے کیونکہ نوحہ کرنے والی لوگوں کے دلوں میں اللہ کے قضاء کے تئیں ظلم اور اسکی تقدیر کی بارے میں دل میں تنگی منسوب کرتی ہے، اور نوحہ سننے والوں کو یہ باور کراتی ہے کہ اس مرنے والے کی موت میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ بڑی برائی ہے، وہ اس طرح کہ وہ مرنے والے کی خوبیاں اور محاسن بیان کرتی ہے اور طبعیتوں میں ناراضگی کے جذبات پیدا کرتی ہے، اور بے صبری اور عدم رضامندی پر آمادہ کرتی ہے، وہ ایک طرح سے اپنے آنسو پیچتی ہے اور دوسرے کے غم و اندوہ کوروتی ہے۔ مسلمانوں کے بہت سے ممالک اور شہروں میں پیشہ ور نوحہ کرنے والیاں ہوتی ہیں اور کسی کی وفات پر اس مقصد کے لئے بلائی جاتی ہیں اور اسکی اجرت حاصل کرتی ہیں۔

ام عطیہ۔ رضی اللہ عنہا۔ کہتی ہیں: بیعت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ عہد بھی لیا کہ ہم نوحہ و ماتم نہیں کریں گی،، (۱)

☆ منافع محرمہ میں سے وہ بھی ہے جو قبروں کے نگراں وغیرہ لیتے ہیں، جنہیں ہمارے زمانہ میں مجاور کہا جاتا ہے، یہ لوگ مقبروں، شریکہ مقامات وغیرہ کی خدمت اور نگرانی کرتے ہیں اور بدعات و شرکات کے کام لوگوں کے لئے آسان کرتے ہیں، وہ لوگوں کو قبروں کو چومنے، اسکا طواف کرنے، اور نذر و نیاز چڑھانے کا موقع دیتے ہیں، اور انہیں ان قبروں کا طواف کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، یہ لوگ ایسا جو بھی مال لیتے ہیں وہ خبیث مال ہے کیونکہ ان کے اس عمل سے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں یہ لوگ بدعت کی دعوت دیتے ہیں

ہشتم۔۔۔ دھوکہ دہریب اور غرور و جہالت پر مشتمل تجارت سے حاصل کیا ہوا مال !

ان طریقوں سے جمع کیا گیا مال حرام مال ہے، اسکا لینا جائز نہیں، اور کسی حال میں بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں کیونکہ اس میں لوگوں پر ظلم ہے، اور شرعی جواز کے بغیر ناحق ان کا مال کھانا ہے، جبکہ شارع حکیم نے مسلمان کا مال حرام قرار دیا ہے، اس کی مرضی کے بغیر اسکا مال لینا حلال نہیں، ارشاد ربانی ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (۱) [ اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال نا جائز طریقے سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو خرید و فروخت ] •

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔۔۔ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :  
[ لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تمہارے لئے حرام (محترم) کر دی گئی ہیں جس طرح اس دن کی، اس مہینے کی اور اس شہر کی حرمت تمہارے نزدیک مسلم ہے ] (۲) •

(۱) النساء: ۲۹ •

(۲) مسلم (۱۲۱۸) •

حنیفہ الرقاشی۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر جائز نہیں] (۱)

ان طریقوں سے جمع کئے گئے مال کی حرمت کے لئے عام و خاص دونوں طرح کے نصوص و احکام وارد ہیں، ان طریقوں میں: دھوکہ و فراڈ، معاملات جیسے خرید و فروخت میں خلاف حقیقت اوصاف بیان کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، سامان و اسباب میں غلط بیانی و دھوکہ، ان کے عیبوں کو چھپانا، ٹھیکے وغیرہ کے معاملات میں ٹھیکہ دار اور جس کے لئے ٹھیکہ کیا گیا ہے، دونوں کے ساتھ فریب و دھوکہ، سرکاری لائسنس وغیرہ اور کمپنیوں وغیرہ میں دھوکہ و فراڈ جیسے کام شامل ہیں •

ان نصوص میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس ہوا، آپ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا، تو آپ کی انگلیوں میں نمی لگی، آپ نے فرمایا: اے غلہ والے! یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! بارش آگئی تھی (جسکی وجہ سے غلہ نم ہو گیا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اسکو تم نے غلہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا تاکہ لوگ اس کو دیکھ سکیں، جس نے ہمیں دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں] (۲) •

(۱) صحیح لغیرہ ہے، بیہقی (۶/۱۰۰) اس روایت کے علاوہ دوسری روایت سے اسکی تخریج گزر چکی ہے، اور یہ اسکے لئے شاہدین سکتی ہے •

(۲) مسلم (۱۰۲)

ابن مسعود۔ رضی اللہ عنہ۔ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں، اور مکر و فریب سب جہنم کا حصہ ہیں] (۱) اس لئے ہر وہ تجارت جو دھوکہ، جہالت و لاعلمی اور غلط بیانی و فراڈ پر مشتمل ہو وہ حرام ہے، اور ان طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال خبیث کمائی اور حرام مال ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ بہت سے تاجر یہ سمجھتے ہیں کہ خریدار کو دھوکہ میں ڈالنا اور نقلی سامان اسکے ہاتھ فروخت کر دینا بڑی چالاکی ہے، اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی کرتے ہیں، وہ نہیں سمجھ سکے کہ یہ چالاکی نہیں بلکہ رذالت و نچاپن ہے، ایسا کرنے والا اس حرکت کے ذریعے خبیث اور حرام مال کھاتا ہے، اور یہ مال اسکے لئے جہنم کا آیندھن بنے گا، اخلاق سے گری ان حرکتوں کی وجہ سے بہت سے تاجروں پر سے لوگوں کا بھروسہ ہی اٹھ گیا ہے، فان الله وانا اليه راجعون •

(۱) صحیح ہے، ابن حبان (۵۵۵۹۔ احسان)، طبرانی ”الکبیر“، (۱۰/۱۳۸-۱۰۲۳۴) ، الصغیر، (۲/۳۷۷-۷۳۸)، القضاعی ”مسند الشہاب“، (۱/۲۲۹-۳۵۴)، ابن رجب نے ”جامع العلوم والحکم“، (۱/۲۳۹-۴۳۴) میں اسکو ثابت قرار دیا ہے، پیشی نے ”المجمع“، (۴/۷۹) میں کہا: اسکے رجال سب ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں: اس سے پہلے والی روایت اسکے لئے شاہد ہے

نہم۔۔۔ صرف قسمت آزمائی اور لاٹری وغیرہ کے ذریعے حاصل کیا ہوا مال!

مثال کے طور پر جوئے اور لٹری وغیرہ کا کام، قرآن اور سنت سے ان کاموں کی حرمت ثابت ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے کہ یہ شیطان کے کام ہیں، اور ان کی خطرناکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو شراب کے ساتھ شامل کیا ہے، دونوں میں قدر مشترک ان مشغلوں کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات اور برائیاں ہیں،

ارشاد ربانی ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ  
وَالْأَنْصَابُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ  
(۹۰) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي  
الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ  
مُنْتَهُونَ (۹۱) وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ احْذَرُوا فَإِن  
تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (المائدہ ۹۰-۹۲)

[اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور تھان اور فال نکالنے کے پانے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو، (۹۰) شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، سوا ب بھی باز آ جاؤ (۹۱) اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو، اور احتیاط رکھو۔ اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے



رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ ۹۲،

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۚ قُلْ فِيهِمَا اثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ۚ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۚ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾ (۱)  
[لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ آپ سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ تو آپ کہہ دیجئے حاجت سے زائد چیز، اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام صاف صاف تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے، تاکہ تم سوچ سمجھ سکو]

متعدد اہل علم کا کہنا ہے کہ میسر جوئے کی تمام شکلوں کو شامل ہے، اور میسر کی دو قسمیں ہیں: ایک تفریحی میسر جیسے چوسر اور شطرنج اور تمام لہو ولعب، دوسرا قمار کا میسر یعنی جس پہ لوگ شرطیں لگاتے ہیں (۲)

(۱) البقرہ: ۲۱۹

(۲) ملاحظہ ہو الجامع لأحكام القرآن للقرطبی، (۵۳-۵۲/۳)

آیت کریمہ نے میسر (جوئے) کی حرمت بیان کر دی ہے، اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ یہ بغض و عداوت کا باعث ہے اور شیطانی عمل ہے، کیونکہ یہ تو ناحق طریقے سے دوسرے کا مال کھانا ہے، صلاحیتوں کا خون کرنا ہے،

آیت میں فائدہ کا جو ذکر ہے وہ یوں کہ میسر (جوئے) میں بغیر کد و کاوش اور جدوجہد کے انسان کے حصہ میں کوئی چیز آ جاتی ہے، پرانے زمانہ میں لوگ اونٹ خریدتے تھے اور پھر اس کا گوشت تقسیم کرنے کے لئے بجائے اسکے کہ حصے برابر کر کے تقسیم کرتے اس میں نشان زدہ تیروں کے ذریعے جو اکھلتے، جسکے نام کا تیر نکلتا وہ اپنے حصے کا گوشت لے لیتا، اسے کوئی قیمت گوشت کی ادا نہ کرنی پڑتی، اور سب سے آخر میں جس کے نام کا تیر نکلتا اسے پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنی پڑتی اور اسے گوشت بھی کچھ نہ ملتا،

ہمارے آج کے زمانہ میں تو جوئے کا فائدہ نقدی کی شکل میں ملتا ہے، آج جوئے کے خاص اڈے بنائے گئے ہیں جہاں وہ لوگ آتے جاتے ہیں جنہیں بھلائی کا کوئی حصہ نہیں ملا ہے، ان اڈوں پہ بڑی بڑی منکرات اور رذائیں ہوتی ہیں، اور جوئے کی وجہ سے عداوتیں جنم لیتی ہیں، اور اکثر جو تباہیاں اور گھروں کی بربادیاں ہوتی ہیں اور اخلاق کی جو دھجیاں اڑتی ہیں، اور اسکی وجہ سے بعض خودکشی کرتے ہیں یا بہت سے جو اسکی وجہ سے جرائم کی دنیا میں اور بھرموں کے قبضہ میں چلے جاتے ہیں، ان کا تو پوچھنا ہی نہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

وہم۔۔ ایسا مال لینا جو بجائے خود حلال ہو لیکن مقصد اس کا حرام ہو !

اہل علم کے نزدیک یہ مسلمہ اصول ہے کہ ایسے وسائل اور اسالیب اور ذرائع جو حرام تک پہنچاتے ہیں وہ حرام ہیں اگرچہ بجائے خود وہ حلال اور جائز ہوں ۔

فقہاء نے اسکی چند مثالیں اور شکلیں ذکر کی ہیں،

جیسے : ☆ ایسے شخص کو انور فروخت کرنا جو اس سے شراب کشید کرتا ہو۔

☆ ایسے شخص کے ہاتھ، کولونیل،، (اسپرے اور سنٹ و خوشبو) فروخت کرنا جو نشہ حاصل کرنے کی غرض سے اسکو خریدتا ہو۔

☆ فاسق اور بیہودہ لوگوں کو گھر کرایہ پر دینا ۔

☆ ایسے شخص کو اسلحہ فروخت کرنا جو اپنے آپ کو یا کسی بے گناہ کو ظلم و زیادتی سے قتل کرنا چاہتا ہے، یافتہ کے وقت اسلحہ فروخت کرنا ۔

☆ ایسے مرد کو ریشم فروخت کرنا جو اسکو حرام طریقے سے پہنتا ہو ۔

یا اس طرح کی اور دیگر صورتیں اور وسائل جنکے ذریعے محصیت و گناہ پر تعاون ہوتا ہو، تو یہ تمام وسائل و ذرائع حرام ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے جو برائیاں واقع ہوتی ہیں وہ ان اشیاء کی فروخت سے حاصل ہونے والے فوائد سے زیادہ ہیں، فروخت کرنے والا ان اشیاء اور وسائل کی فروخت سے جو قیمت حاصل کرتا ہے، وہ اسکے لئے اچھا نہیں ہے اور اس کا لینا اس کے لئے جائز نہیں ۔

ارشاد ربانی ہے ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا

عَلَىٰ لِأَثْمٍ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ﴿ (المائدہ: ۲) نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو]

اکثر اہل علم اس آیت کریمہ کو ہر قسم کی امداد اور تعاون کے لئے مسلمہ قاعدہ مانتے ہیں، لہذا جو امداد و تعاون گناہ و معصیت اور ظلم تک لے جائے وہ حرام اور منع ہے، اگرچہ بجائے خود وہ امداد اور تعاون مباح ہو، اسکی دلیل اور مثال کے لئے وہی مثالیں پیش کرتے ہیں جن کو ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے۔

## باب

### حرام کمائی کے اثرات و نتائج!

حرام کمائی کی خطرناکی کے بارے میں بہت زیادہ شرعی دلائل موجود ہیں ، جیسا کہ گذرا ، اور یہ کہ ایسی حرام کمائیوں کی موجودگی سے خیر و برکت اور اطمینان و سکون ختم ہو جاتا ہے ، کیونکہ ایسی کمائیاں شیطانی عمل ہیں ، بلکہ خیر و برکت اور سکون و اطمینان کی جگہ قلق و شقاوت اور خباثت نفس ، سنگ دلی وغیرہ تمام قسم کی مشکلات گھیر لیتی ہیں ، قرآن اور سنت میں بہتیرے ایسے نصوص وارد ہیں جو حرام کمائی کے اثرات اور نتائج کو واضح کرتے ہیں ، بعض نتائج اور اثرات درج ذیل ہیں :

**اول۔۔** حرام مال کمانے والا اپنے اس عمل کی وجہ سے گناہ گار ، حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا اور اللہ کی مقدسات کی بے حرمتی کرنے والا شمار ہوتا ہے ، اسکو جہنم میں عذاب کی وعید بھی دی جاتی ہے ، یتیم کا مال کھانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾ (۱) [وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے]

سود خوروں کے بارے میں فرمایا ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ (۱)  
 [اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا] نیز فرمایا ﴿فَأَذْنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ  
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۲) [تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار رہو]۔  
 جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اے  
 کعب بن عجرہ جو بھی گوشت نشوونما پاتا ہے جسکی پرورش سخت (خبیث اور حرام کمائی)  
 سے ہوتی ہے تو جہنم اسکی زیادہ حقدار ہے] (۳)۔

(۱) البقرہ: ۲۷۹

(۲) صحیح ہے، احمد (۳/۳۲۱)، ابویعلیٰ (۳/۴۷۶/۱۹۹۹)، ابن حبان (۱۷۲۳-احسان)،  
 حاکم (۱۰۲/۱)، (۴/۴۶۸) اور اسکو صحیح کہا ہے، دارمی (۲۷۷۶)، منذری اور بیہقی نے اسکو قوی  
 کہا ہے، اور جیسا ان علماء رحمہم اللہ نے کہا وہی ہی ہے، خود کعب ہی کی ایک روایت اسکی شاہد  
 ہے جسکو ترمذی روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق بھی اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح تمہارے درمیان تمہاری روزیاں تقسیم کی ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو پسند کرتا ہے اسکو دنیا سے نوازتا ہے اور اسکو بھی جس کو نہیں پسند کرتا ہے، لیکن دین کی توفیق اسی کو دیتا ہے جس کو پسند کرتا ہے، جس کو اللہ نے دین سے نواز تو گویا اسے پسند فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بندہ اسوقت تک (صحیح معنوں میں) مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اسکا دل اور اسکی زبان بھی مسلمان نہ ہو، اور (صحیح طور پر) مومن نہیں ہوتا اگر اسکا پڑوسی اسکے [بوالحق] سے محفوظ نہ ہو، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! [بوالحق] کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [اسکا دھوکہ و فریب اور ظلم] اور کوئی بندہ اگر حرام مال کھاتا ہے اور اسکو خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہیں دیتا ہے، اور صدقہ کرتا ہے تو اسکا صدقہ قبول نہیں کرتا ہے، اور اگر اپنے پیچھے کچھ چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ جہنم کے لئے اس کا ایندھن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ اچھائی سے مٹاتا ہے، خبیث خبیث کو ختم نہیں کر سکتا] (۱) •

(۱) حسن ہے، علی سے موقوفاً مروی ہے، احمد (۲۸۷/۱)، سمذری نے ”ترغیب و ترہیب“، (۳/۲۷۷) میں کہا، اسکو احمد وغیرہ نے ابان بن اسحاق بن محمد کے طریق سے روایت کیا ہے، اور ان میں سے بعض نے اسکو حسن کہا ہے، واللہ اعلم، حافظ ابن عبد البر نے اسکو ”اتمید“، (۳۳۷/۳۳۳) میں روایت کرنے کے بعد کہا: یہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے حسن اور سند کے تاجہ سے ضعیف ہے، اکثر یہ علی کے قول کے طور پر مروی ہے •

ابو ہریرہ الاسلمی۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا :  
 [قیامت کے دن بندہ کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹ سکتے جب تک کہ اسکی عمر کے  
 متعلق سوال نہ ہو جائے کہ کہاں کھپائی؟ اور علم جو سیکھا تھا اس پہ کتنا عمل کیا؟ اور مال  
 کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور جسم کہاں ختم کیا؟] (۱) محل استشہاد قیامت  
 کے دن مال حاصل کرنے کے ذریعہ اور خرچ کی جگہ کے بارے میں سوال پوچھا جانا  
 ہے ﴿إِنَّ السَّلَةَ لَا يَظْلَمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (۲) [بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ  
 برابر ظلم نہیں کرتا] •

(۱) صحیح ہے ، ترمذی نے اسکو (۲۴۱۷) میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح کہا ہے ، کبرانی نے

”المعجم الكبير“، (۱/۸۳/۱۱۱۷۷) میں روایت کیا ہے •

(۲) النساء: ۴۰



دوم۔۔۔ حرام مال کمانے والے کا صدقہ قبول نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک کمائی قبول کرتا ہے، ناپاک چیز کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے، ابو ہریرہ۔ رضی اللہ عنہ۔ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو قبول کرتا ہے، جو حکم اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو دیا ہے وہی حکم عام مسلمانوں کو بھی دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (۱) [اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں] • نیز فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ (۲) [اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ] پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر طے کرتا ہے پر اگندہ بال اور خاک آلودہ حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! (دعا کرتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، پوشاک حرام کی، اور مال حرام ہی سے اسکی پرورش ہوئی ہے تو اسکی دعا کیونکر قبول کی جائے گی؟] •

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [ندو وضو کے بغیر کوئی نماز قبول کی جائے گی اور نہ مال حرام سے کوئی صدقہ قبول کیا جائے گا] (۱) •  
ابوالدرداء اور یزید بن میسرہ سے منقول ہے کہ وہ دونوں ناجائز مال صدقہ کرنے والے کو ایسے ہی سمجھتے تھے جیسے کوئی یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے لے کر کسی بیوہ کو صدقہ کے طور پر پہنائے،، (۲) •

سفیان ثوریؒ نے کہا ”اللہ کی اطاعت کی راہ میں خرام مال خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی ناپاک کپڑے کو پیشاب سے دھل کر پاک کرنے کی کوشش کرے،، •

حرام مال میں زکوٰۃ بھی واجب نہیں کیونکہ زکوٰۃ دینا دوسرے کو اس مال کا مالک بنانا اور مال کی صفائی ہے، اور جو خود مالک نہیں ہے وہ دوسرے کو مالک نہیں بنا سکتا، اسی طرح حرام مال پورے کا پورا خبیث ہے وہ پاک نہیں کر سکتا، اس لئے ایسے مال کا تزکیہ اسکے بعض حصہ سے نہیں ہو سکتا •

(۱) مسلم (۲۴۴)

(۲) حافظ ابن رجبؒ نے اسکو ”جامع العلوم والحکم“ ص: ۹۵ پر درج کیا ہے •

سوم۔۔۔ حرام کمائی قبولیت دعا میں رکاوٹ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [فأَنى يستجاب له] اس کا معنی یہ ہے کہ اسکی دعا کیونکر قبول کی جائے گی جبکہ اسے حرام غذا ملی ہے •

چہارم۔۔۔ اس حرام مال کے ذریعے سے ہونے والی ہر افزائش اور اضافہ یا اسکے عوض میں اسی کے بقدر بھی حاصل ہونے والی چیز بھی حرام مال کے حکم میں ہوگی کیونکہ بدل کا حکم اصل کا حکم ہی ہوتا ہے •

پنجم۔۔۔ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ مال حرام کمانے والے کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس حرام مال کو اپنے اوپر یا جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، اس پر خرچ کرے، اگر ہلاکت کا خطرہ ہو تو صرف اس انتہائی ضرورت کے بقدر خرچ کر سکتا ہے جس سے موت کا خطرہ دور کر سکے •

اس ضمن میں فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ حرام کمائی والے کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں، اگر اس کا یقین ہو کہ معاملہ اسی حرام مال کے ساتھ ہی ہے، اور اگر اس کا یقین ہو کہ معاملہ حرام مال کے علاوہ مال سے متعلق ہے، تب بھی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تقویٰ و احتیاط اور اسکو تنبیہ کرنے کی خاطر اس سے معاملہ نہیں کرنا چاہئے •

ابن المنذر۔ رحمہ اللہ۔ کہتے ہیں: ایسے شخص کے ساتھ خرید و فروخت کرنے اور اسکا ہدیہ و تحفہ قبول کرنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کے مال میں حرام

مال ملا ہوا ہو، حسن بصری، مکحول، زہری، شافعی نے اس کی رخصت دی ہے، امام شافعی نے کہا: لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا، اور فقہاء کی ایک جماعت اسے ناپسند کرتی ہے، جو لوگ اس کام کو ناپسند کرتے تھے ان میں سعید بن المسیب، القاسم بن محمد، بشیر بن سعید، ثوری، محمد بن واسع، ابن المبارک، احمد بن حنبل تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

فقہاء۔ رحمہم اللہ۔ نے اسکا کھانا کھانے اور ہدیہ قبول کرنے کی حرمت کی تصریح کی ہے اگر وہ کھانا یا تحفہ بطور خاص اسی مال حرام کا ہو، اور اگر چہ اسکا کھانا یا ہدیہ و تحفہ اسکے دوسرے مال کا ہو تب بھی تقویٰ و احتیاط اور اسکی تنبیہ کے مد نظر بعض فقہاء اسکی حرمت ہی کے قائل ہیں۔

امام مالک۔ رحمہ اللہ۔ نے حرام مال سے نکاح کے بارے میں کہا: مجھے ڈر ہے کہ یہ زنا کے مشابہ ہو، حالانکہ مال حرام سے نفرت دلانے کی خاطر یہ امام۔ رحمہ اللہ۔ کی طرف سے مبالغہ ہے ورنہ ایسا نکاح بہر حال صحیح ہے۔

ششم۔ بعض فقہاء کے نزدیک شرعی احکام میں حرام کمائی والے کا تصرف صحیح نہیں ہے، یہ لوگ غصب کئے گئے پانی سے وضو، یا غصب کئے گئے مال میں یا مکان میں نماز یا اس سے حج درست نہیں سمجھتے، اسی طرح حرام کمائی کی حالت میں عقود و معاملات بھی جیسے خرید و فروخت، اجارہ وغیرہ صحیح نہیں ہوتے، ان کا خیال ہے کہ یہ عقود شرعی حیثیت کے حامل نہیں ہوتے، اور حرام مال ہی جتنکی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا ذریعہ ہے ان کی وصیتیں بھی جائز نہیں ہوتیں اور ان کی وراثت بھی نہیں چلتی۔

## باب

### حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ !

جسکے پاس بھی حرام مال ہو، تو وہ وقت آنے سے پہلے اس کو جلد از جلد ایسے مال سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے جب نہ دینار ہونگے نہ درہم، بلکہ یا تو نیکیاں ہونگی یا برائیاں، اور حرام مال سے چھٹکارا صرف اور صرف خالص توبہ ہی سے مل سکتا ہے •

شریعت میں توبہ کہتے ہیں: گناہ کی قباحت اور برائی کی وجہ سے اسکو ترک کرنا، گناہ سرزد ہونے پر شرمندہ ہونا، بطور ظلم کسی کا کھایا ہوا حق واپس کرنا یا حقدار اور مالک سے بات کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ کر لینا •

اکثر فقہاء ان امور کو توبہ کی شرائط کہتے ہیں، بعض ان کو توبہ کے ارکان کہتے ہیں، چند دیگر فقہاء بعض چیزوں کا اضافہ کرتے ہیں کہ: جس بدن کی اس نے خبیث مال سے پرورش کی ہے، غم و حزن کرتے کرتے اسکو گھلا دے تا آنکہ اسکے بدن پر پاک گوشت آجائے، اپنے نفس کو طاعت و فرمان برداری کی لذت سے لطف اندوز کرائے جس طرح اسکو معصیت اور گناہ کی لذت پہنچائی تھی، معصیت کی جگہ سے دور ہو جائے، دوبارہ پھر یہ گناہ نہ کرے، اگر دوبارہ وہ گناہ کیا تو اسکی توبہ بے کار ہو جائے گی، یہ اضافے دراصل توبہ کو مکمل کرنے والی چیزیں ہیں، توبہ کی شرائط نہیں ہیں •

یہ شرعی توبہ اسی وقت صحیح ہوتی ہے جب یہ صرف اللہ کے لئے خالص ہو، کوئی اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کی وجہ سے گناہ ترک کرتا ہے تو درحقیقت وہ تائب نہیں ہوتا، اور اسکی توبہ شرعی طور پر قبول بھی نہیں ہوتی •

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ توبہ، توبہ واقع ہونے کے وقت میں ہو، اور یہ وقت روح کے غرغره (حلق) میں پہنچنے سے پہلے کا، اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے کا وقت ہے، جیسا کہ اس بارے میں نصوص وارد ہیں،

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآلَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ (۱) [ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں] •

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا [اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ نزع کی حالت پیدا نہیں ہوتی] (۲)

(۱) النساء : ۱۸

(۲) صحیح ہے، احمد (۱۳۲/۲)، ترمذی (۳۵۳۷)، ابن ماجہ (۴۲۵۳) •

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ (۱) [جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا، یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو]، نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ اس آیت سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے •

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج (مشرق کے بجائے) مغرب سے طلوع ہو پس جب ایسا ہوگا اور لوگ اسے مغرب سے طلوع ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ [یعنی اس وقت ایمان لانا کسی کو نفع نہیں دے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو] (۲) •

قبول ہونے کا مطلب ہے گناہوں کے نقصان سے نجات پانا، یعنی آدمی توبہ کئے ہوئے گناہ سے اس طرح بری ہو جائے گویا اس نے یہ گناہ کیا ہی نہ ہو •

(۱) الانعام : ۱۵۸

(۲) بخاری (۶۳۵)، مسلم (۱۵۷۷) •

(١) التوبه : ١٠٢



اور فرمایا اللہ سبحانہ نے ﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (۱۷) وَلَا تَسْتَغْفِرُ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (۱) [اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آ جائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے (۱۷) ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے]۔

نیز اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُم سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا تَوْبَهُمْ يَسْأَلُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتِمِّمْ لَنَا نُورَنَا وَاعْفُزْنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التحریم: ۸) [اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے شیریں نہریں جاری ہیں، جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ایمان داروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے] یہ اور اس طرح کی بہتیری آیتیں ہیں جو اللہ کا فضل عظیم بیان کرتی ہیں، اور یہ بھی کہ اگر توبہ کی مذکورہ شرائط کے مطابق بندہ توبہ کر لے تو گناہ کتنے بھی بڑے اور زیادہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا ہے۔

☆ پھر یہ ہے کہ گناہ گار کی توبہ یا تو حقوق اللہ سے ہوگی یا حقوق العباد سے۔  
 حقوق اللہ سے توبہ میں اولین تین شرطیں ہی کافی ہیں، البتہ حقوق اللہ میں سے بعض گناہ ایسے ہیں کہ شریعت نے انہیں صرف ترک کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ بعض کے ساتھ قضاء یا کفارہ بھی لازم کیا ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔  
 البتہ غیر اللہ کے حقوق (حقوق العباد) سے توبہ میں مذکورہ تین شرطوں کے

ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حقدار کا حق اسکے حوالہ کیا جائے، اگر امکان اور قدرت ہو، ورنہ بندہ کو اس گناہ کے ضرر اور اثرات سے چھٹکارا نہیں ملے گا، امام ذہبی نے کہا: ”چور کو اسکی توبہ اسوقت تک فائدہ نہ دے گی تا آنکہ چوری کی ہوئی چیز واپس نہ کر دے، البتہ چور اگر انتہائی مفلس و مجبور ہے تو مال کے مالک کی رضامندی سے چور کو وہ سامان دیا جاسکتا ہے،“ (۱) البتہ کوشش کے بعد بھی حقدار کو اس کا حق پہنچانا یا اسکے حوالہ کرنا ممکن نہ ہو، تو اللہ کی بخشش کی امید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس گناہ کے اثرات کا بھی ضامن ہوتا ہے، فرمایا باری تعالیٰ نے ﴿فَأُولَٰئِكَ يَنْزِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (۲) [ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے]۔

ہمارا مقصود یہاں پر یہ ہے کہ: کسی کے پاس حرام کمائی اور مال ہو اور وہ توبہ کرنا چاہتا ہے، اور اس حرام مال سے اور اسکے اثرات سے چھٹکارا چاہتا ہے، تو وہ کون سے شرعی راستے ہیں کہ جن کے ذریعے سچی اور صحیح توبہ رو بہ عمل لاسکے؟ آنے والے ابواب میں انہی امور پر بات ہوگی۔

(۱) ”الکبائر“ ص: ۱۰۷

(۲) الفرقان: ۷۰

## کافر کی، قبول اسلام سے پہلے کی کمائی؟

جس کسی نے بھی اسلام قبول کیا اور اسکے پاس خبیث، اور مختلف ذرائع سے جمع کیا ہوا مال ہے، تو جو کچھ اسکی ملکیت میں ہے اسکو اس پر برقرار رکھا جائے گا، اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے اسکو کہاں سے حاصل کیا، کیونکہ اسلام، اسلام سے پہلے کے اور ہجرت، ہجرت سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اس قاعدہ کی دلیل ارشاد باری ہے ﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ (۱) [آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے]

اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی اور بخشش کو کفر سے باز آ جانے پر موقوف رکھا ہے، آیت نے کسی معین گناہ کو خاص نہیں کیا ہے، بلکہ اسکا حکم عام ہے، اس لئے مغفرت تمام گناہوں کو شامل ہوگی، جب تک کسی معین گناہ کے (نہ بخشے جانے کے) بارے میں کوئی خاص دلیل وارد نہ ہو۔

سنت نبویہ میں اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں، بعض درج ذیل ہیں :

روایت ابو ہریرہؓ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا [کسی نے اسلام قبول کیا تو جو کچھ اسے پاس ہے اسی کا ہے] (۲)

(۱) الانفال: ۳۸

(۲) حسن ہے، بیہقی ”السنن الکبریٰ“، (۱۱۳/۹) دیکھو البائی کی ”ازواء الغلیل“، (۱۵۶/۶)

یہ حدیث اس مسئلہ میں دلیل قاطع ہے، کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کے عقود (ایگریمنٹ وغیرہ) برقرار اور نافذ العمل اور نو مسلم کے قبضہ میں جو مال وغیرہ ہے، سب اسی کی ملکیت رہیں گے •

ابن شماسہ المہری کہتے ہیں: ہم لوگ عمرو بن العاصؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ وہ اسوقت قریب المرگ تھے۔ ہم لوگ پہنچے تو عمرو بن العاصؓ بہت روئے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا، یہ دیکھ کر ان کے بیٹے کہنے لگے: ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے ایسی ایسی بشارت نہیں دی؟ راوی کہتے ہیں: یہ سن کر عمرو بن العاصؓ نے اپنا چہرہ ہماری طرف پھیرا اور کہا: سب سے افضل عمل جو ہم شمار کرتے ہیں یا جسکی ہم نے تیاری کی ہے وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت و گواہی ہے، میں تین مرحلوں سے گذرا ہوں، میری ایک حالت یہ تھی کہ مجھ سے زیادہ کوئی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی رکھنے والا نہیں تھا، اور مجھ سے زیادہ کسی کی یہ خواہش نہ رہی ہوگی کہ میں ان پر قبضہ پاؤں اور انہیں قتل کر دوں، اگر میں اس حالت پہ مر گیا ہوتا تو میں اہل دوزخ میں سے ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا، تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ اپنا داہنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں، آپ نے اپنا داہنا ہاتھ پھیلایا، عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں: میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عمر و! تمہیں کیا ہو گیا؟] کہتے ہیں، میں نے کہا، میری ایک شرط ہے! آپ ﷺ نے فرمایا [کیا شرط ہے؟] میں نے کہا: شرط یہ ہے کہ میرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں!

آپ ﷺ نے فرمایا [کیا تمہیں علم نہیں کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت، ہجرت سے پہلے کے گناہ مٹا دیتی ہے، اور حج، حج سے پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے] (مسلم: ۱۲۱)

حدیث میں ہماری دلیل تعبیر نبوی ”ہدم“ ہے جس کا معنی ہے: کفر کی حالت میں سرزد ہونے والے تمام گناہوں کی مکمل معافی •

اسی لئے نبی ﷺ حالت کفر میں کئے ہوئے جان و مال کی ضمانتوں کا کفار کے قبول اسلام کے بعد مطالبہ نہیں کرتے تھے •

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”ایسے ہی کافر نے جو بھی ایسے کام کئے ہیں جو اسلام میں حرام ہیں، اور جن کو اس نے اپنے سابقہ دین میں حلال سمجھ کے کیا تھا، جیسے عقود و معاملات جن میں قبضہ اور تملک ہوتا ہے اور جو اسلام کی نظر میں عقود فاسدہ (اسلامی شرائط پہ پورا نہ اترنے والے عقود) شمار ہوتے ہیں، جیسے سود، جو اور شا اور خنزیر وغیرہ، تو اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان محرمات یا حرام امور سے حرمت کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، اور اسکے حق میں یہ عقود ایسے ہی باقی رہتے ہیں جیسے وہ حرام نہیں ہیں، اسلام اسکے لئے اس عقد (ایگریمنٹ، اتفاق) اور اس قبضہ کی حرمت کو معاف کر دیتا ہے، تو معاملہ اسکے حق میں معاف کیا ہوا ہو جاتا ہے، جیسے کسی نے ایسا عقد کیا یا ایسا قبضہ کیا جو حرام ہی نہیں ہے، تو اسکے لئے یہ عقد ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کسی مسلمان کا صحیح اور جائز عقد اور قبضہ، اسی لئے اگر انہوں نے فاسد عقود و معاملات کے نتیجہ میں کوئی مال اپنے قبضہ میں لیا ہے تو اسلام لانے کے بعد یا ہم سے

فیصلہ طلب کرنے کی صورت میں ان عقود و معاملات کے نیچے میں ہونے والے قبضہ پر ان کو برقرار رکھا جائے گا (مجموع الفتاویٰ: ۸/۲۲)

یہ تو معلوم ہی ہے کہ کفار نافرمانیاں اور جرائم اور خطرناک گناہ کرتے ہیں، اگر وہ اسلام قبول کرنا چاہیں، اور انہیں یہ پتہ چلے کہ حالت شرک و کفر میں ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کا ان سے مؤاخذہ ہوگا، اسکی سزا انہیں ملے گی، تو وہ نہ اسلام قبول کریں گے، نہ اللہ کی طرف لوٹیں گے، ان کے ساتھ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے پچھلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے، اور توبہ کی قبولیت آسان کر دیتا ہے تاکہ یہ ان کے دین اسلام میں داخل ہونے اور اسلام قبول کرنے کا سبب اور ملت اور شریعت کے قریب لانے کے لئے دلجوئی اور ترغیب ہو۔

قبول اسلام سے پہلے کے کافر کے بعض اموال کو بعض علماء نے اس عام حکم سے مستثنیٰ کیا ہے، خواہ یہ مال اس نے اپنے قبضہ میں لیا ہو یا ابھی اسکے قبضہ میں نہ آیا ہو، اور ان فقہاء نے ایسا مال لینے سے منع کیا ہے، یہ بعض صورتیں اسلام سے نفرت دلانے والی نہیں ہیں، بعض ایسے اموال کا بیان درج ذیل ہے:

۱۔ جو مال بذات خود یا بعینہ حرام ہو، جیسے شراب، خنزیر، تو ان بعض فقہاء نے کہا: ایسے مال کی اسکو اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ اس پر واجب ہے کہ ایسے مال سے چھٹکارا حاصل کرے۔

۲۔ اسکے پاس اگر کچھ حقوق العباد تھے، اور حالت کفر میں تو ان پر قبضہ کو وہ صحیح

سمجھتا تھا یعنی راضی تھا، لیکن اسلام لانے کے بعد اب اس کا دل اس پہ مطمئن ہے کہ لوگوں کے حقوق ان کو واپس کر دے، تو اب ان حقوق کا واپس کرنا اس پر واجب ہے، کیونکہ ان کے واپس کرنے میں اس کو اسلام سے نفرت دلانے والی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ وہ خود بھی واپس کرنے پر راضی ہے، تو ایسے حقوق اسلام لانے سے معاف نہیں ہوں گے۔

۳۔ اسلام لاتے وقت پہلے کے حرام مال پہ اگر ابھی تک اس کا قبضہ نہیں ہوا ہے، تو اب اس پر قبضہ کرنا اور اس کا مالک بننا اس کے لئے جائز نہیں (۱)۔

اسکے لئے قرآن کی آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں ﴿فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ﴾ (۲) [جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گذرا]۔

دلیل یوں بنتی ہے کہ شارع حکیم نزول تحریم سے پہلے کے حاصل کئے ہوئے حرام مال کو نظر انداز کرتا ہے، حالت کفر میں کافر امر و نہی کا مخاطب نہیں تھا، اور اسلام قبول کرنے کے بعد ایسے حرام مال کا لینا جائز نہیں جن پر ابھی اس کا قبضہ نہیں ہوا ہے، کیونکہ اب وہ امر و نہی یا حلت و حرمت کا مخاطب ہے، اور اب اس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ چکی ہے۔

(۱) دیکھو ”مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ“، (۸/۲۲)

(۲) البقرہ: ۵۷۴



جابر۔ رضی اللہ عنہ۔ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [۰۰۰ اور جاہلیت کے ہر قسم کے سودی لین دین کو میں ختم کرتا ہوں، اور سب سے پہلے جس سود کو میں ختم کرتا ہوں وہ چچا عباس کا سود ہے] (۱) اس میں اس سود کو ختم کیا گیا تھا جو ابھی قبضہ میں نہیں آیا تھا، کیونکہ سود کا جو مال قبضہ میں آچکا تھا وہ فرمان باری ﷻ **مَا سَلَفَ** [اسکے لئے وہ ہے جو گذرا] میں داخل ہے، یعنی اس حکم رسول سے پہلے جو سود کا مال قبضہ میں آچکا تھا، شارع حکیم نے ان کا مسئلہ نہیں اٹھایا •

ابن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [جاہلیت کی ہر قسم جاہلیت ہی کے اصول قسم پر ہوگی، اور ہر وہ قسم جو اسلام کے زمانہ کی ہے اس کا حکم اسلام کی قسم کا ہے] (۲) ان فقہاء نے کہا: چونکہ ان حرام اموال پر ابھی قبضہ نہیں ہوا، تو ان پر اسلامی احکام نافذ ہوں گے •

(۱) صحیح ہے، ابن ماجہ (۳۰۷۴) اس حدیث کے الفاظ اور ن پر مشتمل فوائد کے لئے دیکھئے

، حجۃ النبی ﷺ للعلامة الألبانی۔ رحمہ اللہ۔

(۲) صحیح ہے، ابو داود (۲۹۱۴)، ابن ماجہ (۲۳۸۵)

## باب

## مسلمان کا مال

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک دوسرے کا مال کھانے سے منع فرمایا، اور اسکو ان کے درمیان حرام قرار دیا ہے، الا یہ کہ آپسی رضامندی سے، اور حلال و مشروع طریقوں سے ہو، ارشادِ ربانی ہے ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱) [اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو] •

ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا، ”یہ ایسے آدمی کے بارے میں ہے جسکے ذمہ میں کسی کا کچھ مال اور حق ہے، لیکن اسکے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے وہ اس کا انکار کرتا ہے، اور حاکم و قاضی سے جھگڑا کرتا ہے، جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسکے اوپر حق ہے (یعنی اس نے مال لیا ہے) اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس طرح حرام کھانے سے وہ گنہگار ہوگا،، (۲)

(۱) البقرہ: ۱۸۸

(۲) تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر (۱/۱۶۸)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (۱) [اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو خرید و فروخت] •

ابو ہریرہ۔ رضی اللہ عنہ۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [ہر مسلمان کا مال، اس کا خون اور اس کی عزت دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے] (۲)  
حنیفہ الرقاشی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا [کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے] (۳) •

(۱) النساء: ۲۹

(۲) مسلم (۲۵۶۳)

(۳) صحیح ہے، اس کی تخریج ص ۶۵ پہ گزری چکی ہے •

قرآن و حدیث کے ان دلائل سے بغیر رضامندی کے مسلمان کے مال کی حرمت ثابت ہوتی ہے، اب اگر ایک مسلمان نے حرام مال حاصل کر لیا، اور اب اس سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے، تو ایسے حرام مال کی چند صورتیں اور حالتیں ہوتی ہیں،

**پہلی حالت** - ایسا مال جس کو ابھی اپنے قبضہ میں نہیں لیا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ یہ حرام ہے، تو متفقہ طور پر اسکو یہ مال لینا جائز نہیں (۱)۔

اس کی دلیل سود والی آیت ہے ﴿وَإِنْ تَبْتُمْ فَلَكُمْ رءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ (۲) [ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے]

اس آیت میں غیر مقبوضہ سود کے مال کے باطل ہونے کی تاکید ہے، اور صرف اصل مال لینے کی تاکید ہے جس میں نہ کوئی سود ہے نہ زیادتی و اضافہ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (۳) [جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گذرا، اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے]

(۱) ”مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام“، ابن تیمیہ (۸/۲۲)

(۲) البقرہ: ۲۷۹ (۳) البقرہ: ۲۷۵

اس آیت سے غیر مقبوضہ حرام معاملات کی حرمت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ شارع حکیم نے ممانعت نازل ہونے سے پہلے کے غیر مقبوضہ مال کو باطل قرار دیا ہے، شارع نے اسکی گرفت نہیں کی ہے، کیونکہ فرمایا ﴿فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَاسْتَمْتَعَهَا﴾ [یعنی جس کے پاس اللہ کی طرف سے نصیحت آگئی اور حرام مال اپنے قبضہ میں لینے سے رک گیا] •

دوسری حالت - ایسا حرام مال جسکو کسی مسلمان نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے، پھر اب اس سے اور اسکے برے اثرات سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے، ایسی صورت حال میں درج ذیل پہلوؤں سے بات ہوگی :

ا۔ اگر تو یہ مال اس طریقہ سے قبضہ میں آیا ہے کہ وہ بعینہ حرام تھا یا اسکا نفع حرام تھا۔ جیسا کہ اسکی بعض صورتوں اور حالتوں کا بیان گذر چکا ہے۔ تو یہ تو خبیث اور نامحترم مال ہے، اس مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ ایسا مال اپنے ذمہ میں رکھے، لیکن یہ مال یا اسکا عوض، اہل علم کے صحیح قول کے بموجب اس مال والے کو واپس کرنا بھی صحیح نہیں، اسکے درج ذیل اسباب ہیں :

ا۔ کیونکہ اس مال والے نے اپنی مرضی سے یہ مال اس شخص کو ادا کیا تھا •

ب۔ کیونکہ اس مال والے نے اسکا حرام عوض حاصل کر لیا ہے، اب یہ صحیح یا جائز نہیں کہ اسکو عوض اور معاوضہ (سامان اور قیمت) دونوں دیئے جائیں •

ج۔ ایسے مال والوں کو اگر یہ مال واپس کیا جاتا ہے تو اس میں گناہ اور سرکشی میں تعاون ہوگا، کیونکہ انہیں جب علم ہوگا کہ اگر وہ اپنی حرام اشیاء خرچ کریں گے، اور حرام طریقے سے اپنی غرض پوری کر لیں گے، اور ان کے مال واسباب ان کو واپس بھی مل جائیں گے، تو وہ اپنے ان حرام مشغلوں اور کاموں میں لگے رہیں گے، اور اس طرح گویا ان کے لئے برائی کے راستے اور ہموار کر دیئے گئے۔

د۔ اہل علم کے نزدیک اصول وقاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اسکا دینا بھی حرام ہے۔

ان امور میں قاعدہ اور دلیل کتے کی قیمت لینے کی نہیں ہے، اور کتے کی قیمت طلب کرنے والے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ اپنا منہ مٹی سے بھرو، آپ کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ کتے کی کوئی قیمت نہیں ہے، عبداللہ بن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا، اور اگر کتے والا کتے کی قیمت طلب کرے تو اس کا منہ مٹی سے بھر دو (صحیح ہے، ابوداؤد (۳۴۸۲)، فتح الباری (۴/۵۹۸) میں ابن حجر نے کہا: اسکی سند صحیح ہے)

جس کسی نے عین محرم (بعینہ حرام) کے عوض میں مال حاصل کیا ہو جیسے: کتہ، خنزیر، صلیب، یا کسی ایسی چیز کے عوض میں لیا ہو جسکا نفع حرام ہے جیسے شراب، منشیات، زنا، کہانت وغیرہ اور اب اس سے توبہ کرنا چاہتا ہے، تو اسکے حق میں واجب یہ ہے کہ ایسا مال وہ بیت المال کے حوالہ کر دے۔ اگر بیت المال موجود ہو۔ تاکہ

مسلمانوں کا والی و حاکم، مسلمانوں کی عام ضرورتوں میں جہاں مفید سمجھتا ہو اسکو خرچ کرے، جیسے: سرکیں اور پل بنانا، مسجدوں کے لئے جھاڑو وغیرہ خریدنا، یا اور دوسرے کام جن سے عام مسلمان فائدہ اٹھائیں (☆ ایسے مال سے مسجدوں کے لئے جھاڑو وغیرہ خریدنا یا اور مسلمانوں کے فائدے کے دوسرے کاموں میں استعمال کرنے کے جواز کا مولف حفظہ اللہ کا حکم لگانا محل نظر اور محتاج دلیل ہے، یہ مولف حفظہ اللہ کی طرف سے زائد از ضرورت توسع ہے، حالانکہ ان کی دیگر تحریروں اور تقریروں میں ایسی مثال نہیں ملتی، مترجم)

ابن القیم۔ رحمہ اللہ۔ کہتے ہیں: ،، اسکے۔ یعنی حرام مال کے۔ لینے والے نے اس حرام مال کو اسکے مالک کے دینے اور دینے پر راضی ہونے کی وجہ سے لیا ہے، اور اس دینے والے نے اس کا حرام عوض بھی وصول کر لیا ہے، تو (واپسی کی صورت میں) اسکو عوض اور معاوضہ (سامان اور قیمت) دونوں کیونکر دیئے جائیں گے؟ اور یہ شخص اسکو ایسا مال کیونکر واپس کرے جس مال کے ذریعے معصیت پر اسکی مدد ہوئی ہے اور اپنی مرضی سے اسکو نکالا اور پھر دوبارہ اور سہ بارہ معصیت میں اسکا تعاون کرنے کے لئے اسکو واپس کیا جائے؟ کیا یہ معصیت میں واضح تعاون نہیں ہے؟ اور کیا یہ شریعت کی خوبیوں سے مناسبت رکھتا ہے کہ زانی کے حق میں فیصلہ دیا جائے کہ اس کو وہ سب کچھ واپس کر دیا جائے جو اس نے رضا مندی سے یا زبردستی زنا کرنے میں خرچ کیا ہے اور اس خرچ کئے ہوئے مال کا عوض حاصل بھی کر چکا ہے ... مزید کہتے ہیں ... اور مان لیتے ہیں کہ لینے والے نے اس مال کو اپنی ملکیت یا قبضہ

میں نہیں لیا؟ تو کیا وہی مال والا پھر اس مال کا مالک ہو جائے گا؟ کہتے ہیں: لینے والے کو دینے کے بعد دینے والے کی ملکیت زائل اور ختم ہو گئی، اور اس کے بالمقابل اسکو نفع بھی دیا جا چکا ہے، تو اب یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ اس مال پر ابھی اسکی ملکیت باقی ہے اور اب اسکو یہ مال واپس کرنا واجب ہے؟ اس مال کو لینے والے نے خبیث طریقہ سے مال کے مالک کی رضامندی اور اسکو سوچنے کی وجہ سے لیا ہے، اور مال کا مالک اس مال کو اپنی ملکیت سے نکالنے پر راضی تھا؟ اور یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب یہ مال اسکے پاس واپس نہیں آئے گا، اس حالت میں اس کا سب سے بہتر اور صحیح استعمال یہ ہے کہ اس مال کو ایسے کام میں استعمال کیا جائے جس سے اس مال کو لینے والا فائدہ اٹھا سکے، تاکہ اس کا گناہ کچھ ہلکا ہو سکے، نہ یہ کہ فاجر شخص کو اور تقویت پہنچائی جائے، اسکی مدد کی جائے اور اسکو عوض اور معاوضہ (سامان اور قیمت) دونوں طرف سے نوازا جائے،، (۱)

(۱) دیکھو مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد و ایاک نستعین،، (۱/۳۹۱-۳۹۲)



۲۔ اور اگر حرام مال کو ایسے طریقوں سے اپنے قبضہ میں لیا ہے جو نہ تو بعینہ حرام ہیں نہ ہی ان کا نفع حرام ہے جیسے: سود، رشوت، چوری، دھوکہ و فراڈ وغیرہ جنکی مثالیں بیان کی جا چکی ہیں، تو اس صورت میں اہل علم کا خیال ہے کہ یہ مال تو محترم ہے یعنی خبیث نہیں ہے، البتہ ناحق حاصل کیا گیا ہے، اس لئے شروع ہی سے اس کا لینا ہی جائز نہیں تھا، اگرچہ حصول مال کی ان صورتوں میں بعض میں رضامندی بھی رہی ہو جیسے رشوت،

جو ان اموال سے توبہ کرنا اور چھٹکارا پانا چاہتا ہے، اسکے حق میں واجب یہ ہے کہ یا تو بعینہ وہی مال یا اس کی قیمت اس کے حقداروں کو شخص طور واپس کرے، اس کے لئے جائز نہیں کہ ایسے مال کو کسی بھی فنڈ میں خرچ کرے اگر وہ مال کے مالکوں کو جانتا ہے، کیونکہ یہ ان کا حق ہے،

اگر مال کا اصلی مالک موجود نہ ہو تو انتظار کرے، انتظار کے بعد بھی وہ دستیاب نہ ہو تو اسکے وارثوں کو واپس کرے، کیونکہ یہ مال ان وارثوں کا ہے، کسی ظالم کی وجہ سے ان تک تاخیر سے پہنچا، اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو، تو اگر اسکو معلوم ہو کہ مال کے اصلی مالک کے ذمہ کوئی قرض تھا تو اسکی ادائیگی کر دے، اگر اسکے قرض کے بارے میں علم نہ ہو، تو مال کے حقیقی مالک کی طرف سے صدقہ کر دے •

یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر حرام طریقہ سے کسی کا حق مار لیا ہے اور اس حقدار کو جانتا ہے تو یہی کرنا پڑے گا، حقدار کو یا اسکے وارثوں کو وہ مال واپس کرنا ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے [کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر

حلال نہیں] (اسکی تخریج گزر چکی) •

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عطاء بن رباح سے کہا: کسی کو حرام مال حاصل ہوا؟ عطاء بن رباح نے کہا: اسے چاہیے کہ مال والے کو وہ مال واپس کر دے، اگر مال کے مالک کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے تو اس مال کو صدقہ کر دے، اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ کیا ایسا کرنے سے اسکو اسکے اس گناہ سے نجات ملے گی یا نہیں •

عبدالوہاب الثقفی کہتے ہیں کہ مالک بن دینار کا یہ خیال ہے کہ ایک شخص نے عطاء سے سوال کیا اور کہا: میں بچہ تھا تو مجھے کچھ مال بعض ایسے طریقوں سے ملا جنہیں میں پسند نہیں کرتا، میں تو بہ کرنا چاہتا ہوں، عطاء نے کہا: مال والوں کو وہ مال واپس کر دو، اس نے کہا: میں مال کے مالکوں کو نہیں جانتا، عطاء نے کہا: پھر ایسے مال کو صدقہ کر دو، اور اس کا تمہیں کوئی اجر نہیں ملے گا، اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تم ایسے حرام مال لینے کے گناہ سے بچ جاؤ گے یا نہیں، کہتے ہیں: یہی سوال میں نے مجاہدؒ سے کیا تو انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا •

اگر حرام مال رکھنے والے کو مال کے مالک کا علم نہ ہو سکے، تب بھی اسکی تلاش کی کوشش کرتا رہے، یہاں تک کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ اب اس تک پہنچنا یا اس کی پہچان یا شناخت ناممکن ہے، اگر ایسی صورت حال ہو تو اب اس کو اختیار ہے، یا تو یہ مال وہ حاکم کے حوالے کر دے، یا مال کے مالک کی طرف سے اچھے کاموں کے لئے صدقہ کر دے، البتہ یہ شرط بھی رہے گی کہ اگر مال کا اصلی مالک کبھی سامنے آ گیا اور اپنے

حق کا مطالبہ کیا تو یہ اس کا ضامن ہوگا •

نودی۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ”اگر اس کے پاس حرام مال ہے، اور اب اس سے توبہ اور چھٹکارا چاہتا ہے، اور اس مال کا کوئی مالک ہے تو یہ مال اس کو یا اسکے کسی معتمد کو سونپ دیا جائے، اور اگر اسکی وفات ہو چکی ہے تو اب اسکے وارثوں کے حوالے کیا جائے گا، (۱)

ابن القیم۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: ”جس نے کوئی ایسا مال اپنے قبضہ میں لیا، جسکا لینا شرعاً اس کے لئے جائز نہیں، اور پھر اس مال سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اگر اس مال کے مالک کو واپس کرنا مشکل ہو، تو اس مالک کا کوئی قرض اگر اس کے علم میں ہو تو ادا کر دے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو اسکے وارثوں کے حوالے کر دے، اور اگر ایسا کرنا بھی مشکل ہو تو مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے، (۲)

(۱) „المجموع شرح المہذب“، (۳۴۳/۹)

(۲) „ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد“، ابن القیم (۵/۷۷۸-۷۷۹)

علامہ قرطبی۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: „اگر کسی مسلمان کے پاس حرام مال ہے تو اس سے توبہ کا راستہ یہ ہے کہ اگر یہ مال سود کا ہے تو جس سے سود لیا ہے اسکو واپس کر دے، اور اگر وہ موجود نہ ہو تو اسکو تلاش کرے، اگر اسکے زندہ یا موجود ہونے سے مایوس ہو جائے تو اس مال کو اسکی طرف سے صدقہ کر دے، اور اگر ظلم و ستم سے اس مال کو حاصل کیا ہے تو یہی کام اسکے ساتھ کرنے جس پر ظلم کیا ہے، اگر معاملہ واضح نہ ہو کہ اس کے پاس جو مال ہے، انہیں کتنا حرام ہے، کتنا حلال؟ تو اسکو چاہئے کہ اسکے پاس موجود مال میں سے واپس کئے جانے والے مال کا اندازہ کرے، اس طرح کہ جو اسکے پاس باقی بچ رہا ہے، اسکے بارے میں شک نہ رہ جائے کہ یہ خالص اسی کا مال ہے، تو جو مقدار اس نے الگ کیا ہے، اسکو اس کے حوالہ کر دے جس سے سودی معاملہ کیا ہے یا جس پر ظلم کر کے یہ مال لیا ہے، اور اگر اس کی موجودگی کے بارے میں ناامیدی و مایوسی ہو جائے تو اس مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے،،، (۱)

مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دینا ہی افضل و بہتر ہے، کیونکہ اس کے مال کی طرف سے صدقہ کر دینے سے کئی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں :

اول۔۔۔ ایسا کرنے سے حرام مال لینے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے ۔

دوم۔۔۔ مال کے اصلی مالک کا فائدہ ہے کہ اس کو ثواب مل جاتا ہے ۔

سوم۔۔۔ ایسا کرنے میں عوام الناس کا بھی فائدہ ہے کہ ایسی چیز نکالی جاتی ہے، جسکی انہیں ضرورت ہے، کیونکہ اس کو نہ نکالنے کی صورت میں اسکے ضائع اور تلف ہونے کا خدشہ رہتا ہے، بلکہ اگر سامان ہے تو منہدہ ہو جاتا ہے اور اگر نقدی ہے تو خرچ ہو جاتی ہے ۔

بکھی ایسا ہوتا ہے کہ سود سے توبہ کرنے والے بعض لوگ سود کی رقم کو بینک ہی میں چھوڑ دیتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کر کے وہ سود اور اس کے اثرات سے چھٹکارا پا چکے ہیں،

جہاں تک مجھے لگتا ہے کہ: یہ گناہ و معصیت میں ایک طرح سے ان کی مدد کرنا ہے، اس لئے جو ایسے حرام مال سے چھٹکارا چاہتا ہے، اسکو چاہئے کہ بینک میں موجود سود کی رقم لے لے، اور اسے مسلمانوں کے رفاہ عام میں خرچ کر دے (مسلمانوں کی تخصیص صحیح نہیں ہے: مترجم)، یا کسی فقیر و مسکین کو دیدے، اور صدقہ کی نیت نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے، یا حاکم کے حوالہ کر دے تاکہ وہ اس کو زیادہ ضرورت اور فائدہ کی جگہ میں خرچ و استعمال کرے ۔

شرعی تعلیمات کا تقاضہ یہی ہے کہ جو ایسی صورت حال سے دوچار ہے وہ ایسی کمائی اور مال سے اپنے آپ کو بری الذمہ کر لے، اور بری الذمہ ہونے کی صورت یہی ہے کہ مال کا اتنا حصہ نکال دے، جتنا کہ وہ سمجھتا ہے کہ حرام کا ہے، اتنا نکال دے جس کے بعد اس کو یقین ہو جائے کہ حرام مقدار کا اخراج ہو چکا ہے، اور اگر چاہتا ہے کہ دلی الجھن، شک اور نفس کا وسوسہ مکمل طور پر ختم ہو جائے، تو بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ مال کے مشکوک مقدار سے کچھ زیادہ ہی نکال دے، اور سچی اور مکمل توبہ اگر چاہتا ہے تو چاہئے کہ اپنے حلال مال میں سے زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرتا رہے، تاکہ نفس اور ضمیر بھی مطمئن ہو اور خبیث مال کا اثر بھی جاتا رہے، واللہ اعلم •

## باب

مال واپس کرنے میں اگر پریشانی ہو تو کیا کرے ؟

چوری اور چھین جھپٹ وغیرہ طریقوں سے حاصل کئے گئے حرام مال میں اکثر ایسا ہوتا ہے، توبہ کرنے کا خواہشمند چوری کا مال اسکے مالک کو واپس کرنا چاہے تو اسکو پریشانی لاحق ہو سکتی ہے، ہو سکتا ہے مالک اسکو پکڑ لے، یا اس کو معاف نہ کرے، جبکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ علماء کا یہی کہنا ہے کہ اگر مال کے مالک کا علم ہے تو اسکو واپس کرنا ہوگا،

اگر توبہ کرنے والے کو ایسی مشکلات کا سامنا ہو تو وہ کیا کرے ؟

جواب : اگر بغیر کسی نقصان یا پریشانی کے وہ مال کے مالک کو مال پہنچا سکتا ہے تو یہی واجب ہے، تاکہ مال والا اس مال کی حقیقت سے واقف ہو سکے، نیز اس لئے بھی تاکہ یہ چوری کرنے والا اس سے معافی مانگ سکے کہ اسی طرح توبہ مکمل ہوگی،

البتہ اگر اسے یقین ہو یا گمان غالب ہو کہ کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، تو شریعت ضرر کا سبب نہیں بنتی، اور توبہ کرنے والے کو حرج میں نہیں ڈالتی، شریعت کے عمومی دلائل اور قواعد اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸) [اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی]، نیز فرمایا ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶)

[پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو] •

ابوسعید الخدری۔ رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[نہ نقصان اٹھانا ہے نہ نقصان پہنچانا ہے] (۱)

اسے چاہئے کہ ایسے طریقے سے مال والے کو مال واپس کرے جس میں اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، ایسا کرنے میں اسے جلدی کرنی چاہئے، کہ ڈاک کے ذریعہ اس مال کو واپس کر دے اور اس پہ کچھ ایسی عبارت لکھ دے جس سے وہ سمجھ جائے کہ یہ اس کا مال ہے، یا اسکے بینک اکاؤنٹ میں ڈال دے، یا کسی تیسرے کو دے تاکہ وہ اس مال کو مال کے مالک تک پہنچا دے، یا مالک کے علم کے بغیر اس کا کوئی قرض ادا کر دے، حسن بصری۔ رحمہ اللہ۔ سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے کسی کا مال اپنے قبضہ میں کر لیا، یا کسی کا مال چوری کر لیا، اور اب مال کے مالک کو اس طریقہ سے واپس کرنا چاہتا ہے کہ اسے علم نہ ہو سکے، اور اس طریقہ سے اسکو پہنچا دیا؟ تو حسن بصری۔ رحمہ اللہ۔ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کیونکہ شریعت کا مطمح نظر بندوں کے لئے اچھائیاں بہم پہنچانا اور برائیاں دور اور کم کرنا ہے، توبہ کرنے والے اللہ کے احباب ہیں، اگر توبہ سے انہیں ضرر لاحق ہوتا ہے تو شریعت ایسے ضرور کو روکتی ہے، اور ایسے عمل کی طرف انہیں لے جاتی ہے جس میں انہیں کوئی ضرر نہ ہو۔

(۱) صحیح ہے احمد (۳۱۳/۱)، اور ائمہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے، ”خلاصة البدر المنير“ کے مولف نے کہا:

ابن الصلاح نے کہا: یہ حسن ہے، ابو داؤد نے کہا: ”یہ ان احادیث میں سے ہے جس پہ فقہ کا دار و مدار ہے، اور اسکو

صحیح کہا ہے۔۔۔ شواکافی نے ”نیل الاوطار“، (۳۸۵/۵) میں کہا: ابن کثیر نے کہا: یہ مشہور حدیث ہے، ابن

رجب نے ”الجامع“، (۳۰۴/۱) میں کہا: ابن عبد البر نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، متعدد صحابہ سے یہ حدیث مروی



## باب

جب حرام مال اسکے والدین کے پاس ہو تو کیا کرے؟

ایسا بہت ہوتا ہے، ایسی صورت میں جبکہ بیٹا بھی اپنے پیروں پہ کھڑا نہیں ہو سکتا، خود حلال مال حاصل نہیں کر سکتا، یا تو کم عمری کی وجہ سے، یا کسی معذوری کی وجہ سے، یا بھی طالب علم ہے، اسے کمانے کا موقع نہیں ہے، یا دوسرے اسباب کی وجہ سے، تو ایسی صورت حال سے دوچار شخص کیا کرے؟

علامہ غزالی: کہتے ہیں: » جب حرام یا شبہہ کا مال اسکے والدین کے پاس ہو تو ان کے ساتھ کھانے سے باز رہے، اگر ایسا کرنے پر وہ ناراض ہوتے ہیں، تو بھی مکمل حرام میں ان کی تائید نہ کرے، بلکہ انہیں بھی منع کرے، کیونکہ کسی بھی مخلوق کی اس کام میں فرماں برداری نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو، اور اگر والدین کا مال شبہہ کا مال ہو اور بیٹا تقویٰ کی وجہ سے رک رہا ہے، تو اس میں یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ ان کی رضامندی بھی تو تقویٰ ہے؟ بلکہ ان کی رضامندی تو واجب ہے، اس لئے اسے چاہئے کہ اچھے پیرائے میں اپنی عدم شراکت کا اظہار کرے، اور اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر ان کی بات مان لے، لیکن کم سے کم کھائے، چھوٹا لقمہ لے اور دیر تک اس کو چبائے، اور اس میں زیادہ کشادگی نہ کرے، کیونکہ یہ خالص ظلم ہے۔« (احیاء علوم الدین ۲/۱۶۳) اور اسکے بعد

اس لئے مکمل حرام مال جس میں کوئی شبہہ نہ ہو، اس میں کچھ کھانا بیٹے کے لئے

جائز نہیں، اور اس میں وہ اپنے والدین کی بات نہیں مانے گا، اگرچہ وہ ناراض ہوتے ہوں، کیونکہ مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو، اور اگر والدین کے پاس موجود مال میں حرام کا شبہ ہو، اور بیٹے کو خدشہ ہے کہ اگر وہ والدین کے ساتھ کھانے سے باز رہتا ہے تو ان کی ناراضگی کا گناہ ہوگا، اور جدائی اور قطع رحمی ہوگی، اچھے انداز میں نصیحت بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہو رہی ہے، تو ایسے مال میں سے کم سے کم حد تک کھانے پر بس کرے، اور اگر وہ خود کما سکے تو والدین کے حرام مال سے باز رہنا اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا ہی اسکے حق میں واجب ہے •

## باب

### وراثت کا حرام مال ؟

اگر کوئی حرام مال وراثت میں چھوڑتا ہے، تو اب اسکی اولاد اس وراثت کو تقسیم کر کے اسکو لے سکتی ہے ؟

جواب : اس کا انحصار مال کی مختلف قسموں پر ہے ۔

اگر حرام کا یہ مال غصب کا مال ہے، اور مال کے اصلی مالک کے بارے میں علم ہے، تو وارثوں کی ذمہ داری ہے کہ مال کے مالک کو مال واپس کر دیں، ورنہ براءت نہیں ہوگی، چھکارا نہ ہوگا، اور اگر مال کے حقیقی مالک زندہ نہیں ہیں تو ان کے وارثوں کو وہ مال واپس کر دیا جائے، ورنہ پھر مال کے حقیقی مالکوں کی طرف سے یہ مال صدقہ کر دیا جائے، کیونکہ یہ مال ناحق طور پر لیا گیا ہے اس لئے اسکو اسکے حقدار کو لوٹانا پڑے گا ۔

ایسی صورت حال میں اسلاف کا یہی طریقہ اور قاعدہ رہا ہے ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے، انہوں نے ایک لونڈی خریدی، لیکن اس کا مالک انہیں نہیں ملا جسکو وہ لونڈی کی قیمت ادا کر سکیں، اُتلاش کیا لیکن اسکا پتہ نہ چلا، تو عبداللہ بن مسعود نے اس قیمت کو صدقہ کر دیا، ا ۱۱  
 )) اللہ تعالیٰ ! یہ اس کی طرف سے صدقہ ہے اگر وہ راضی ہو، ورنہ اس کا میرے لئے ہے)) (اسکو بیہقی نے ”السنن الکبریٰ“، (۱۸۸/۶) میں روایت کر

تو ابن مسعود۔ رضی اللہ عنہ۔ جب فروخت کرنے والے کا پیہ چلانے میں ناکام رہے، تو اسکی طرف سے اس قیمت کو صدقہ کر دیا، کیونکہ مال تو ان کے ذمہ میں ثابت ہو چکا تھا، اور اسکی ادائیگی ان پر واجب تھی، اور یہی شرعی طریقہ ہے۔

اور اگر ان وارثوں کو مال کے حقیقی مالکوں کا اور غصب شدہ مال کی مقدار کا علم نہ ہو سکے، تو اندازہ سے حرام مال کی مقدار نکالنے کی کوشش کریں گے تا آنکہ انہیں یقین ہو جائے کہ ترکہ کا یہ مال حرام مال سے پاک ہو چکا ہے، جیسا کہ پچھلا قاعدہ بیان کیا گیا،

اور اگر ترکہ میں شامل یہ حرام مال کسی حرام چیز کے مقابل اور عوض میں حاصل کیا گیا تھا، اور اس کی مقدار معلوم ہے، تو اسکو الگ کرنا اور نکالنا واجب ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ضرورتوں میں اس کو صرف کیا جائے، یا فقیروں اور مسکینوں کو دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، اور اگر ایسے مال حرام کے مالکوں کے بارے میں معلوم بھی ہو جائے تب بھی ان کو نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ایسی جنس کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ عوض اور معاوضہ (سامان اور قیمت) دونوں ہی سے ان کو نہیں نوازا جائے گا، جیسا کہ اسکا بیان گذر چکا ہے، اور اگر ایسے مال حرام کی مقدار معلوم نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور الگ کر کے نکال دے جس سے وہ سمجھتا ہے کہ ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

## باب

توبہ کرنے کے بعد حرام مال سے فائدہ اٹھانا ؟

حرام مال لینے والے نے اگر سچی اور خالص توبہ کر لی، اور اس مال سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور اسکو اپنے ذمہ اور اپنی ملکیت سے نکال دیا، پھر تنگی اور ضرورت میں پڑ گیا، تو کیا توبہ کرنے کے بعد اب اس مال میں سے کچھ لے سکتا ہے، اور اس میں سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کر سکتا ہے، کوئی منصوبہ یا تجارتی اسکیم شروع کرنے کے لئے اسکو بطور سرمایہ استعمال کر سکتا ہے؟ تاکہ حرام سے دور رہتے ہوئے اس سے حلال کمائی کرے؟؟

جمہور فقہاء کی رائی یہ ہے کہ جس نے حرام مال سے چھٹکارا پالیا، لیکن وہ فقیر ہے، مال کا محتاج ہے، اس مال کے مالک کا بھی اسکو پتہ نہیں ہے، یا کسی حرام شے کے عوض یا حرام نفع کے طور پر وہ مال اسکے قبضہ میں آیا تھا جیسے قص، گانا، یا ظلم سے حاصل کیا تھا، اسکے پاس کوئی دوسرا سرمایہ نہیں ہے، حلال مال حاصل کرنا اس کے بس میں بھی نہیں ہے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس مال کو اپنی ذات اور اپنی اولاد کے لئے استعمال اور خرچ کرے، کیونکہ اگر ہم کہتے ہیں کہ مال حرام کو الگ کرنے کے بعد فقیر کو وہ مال دینا جائز ہے، تو اس توبہ کرنے والے کے حق میں بھی یہ صورت موجود ہے، اہل علم کے اقوال اس مسئلہ میں کچھ یوں ہیں :-

الموصلی کہتے ہیں : خبیث مال سے نجات کا راستہ یہی ہے کہ اسکو صدقہ کر دیا

جائے، اور اگر اپنی ضرورت کے لئے استعمال کر لیا تو بھی جائز ہے، اگر امیر ہے تو اس کے مقدار صدقہ کرے، اور اگر فقیر ہے تو صدقہ نہ کرے، (۱)

غزالی۔ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”اور جب اس کو۔ یعنی مال حرام کو۔ فقیر کو دیا تو فقیر کے لئے یہ حرام نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے حلال اور پاک ہوگا، اور اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر صدقہ کر دے، اگر وہ فقیر ہے، کیونکہ اسکی اولاد اگر فقیر ہے تو مستحق صدقہ کی صفت ان میں موجود ہے، بلکہ وہی اس صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں، اور بقدرت ضرورت اسے بھی لینے کی اجازت ہے کیونکہ وہ بھی فقیر ہے، (۲)

علامہ ابن رجب کہتے ہیں ”مال مغضوب یا امانتوں کے حقیقی مالکوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے جن اموال کا شرعی طور پر صدقہ کرنا واجب ہے، جس کے ہاتھ میں یہ مال یا امانتیں ہیں، اسکے لئے اس مال میں اسے کچھ لینے کے جواز کی کوئی صریح و واضح دلیل موجود نہیں ہے، قاضی نے فقیر ہونے کی صورت میں ایسے مال سے کھانے کے جواز کی گنجائش نکالی ہے، ابن عقیل نے اپنی ”فتاویٰ“ میں ایسا ہی نقل کیا ہے، اور شیخ تقی الدین نے توجہ کرتے ہوئے غاصب کے حق میں اسی کا فتویٰ دیا ہے اگر وہ فقیر ہو، (۳)

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام، ج ۱، ص ۱۳۰، نیز دیکھئے

مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام، ج ۱، ص ۱۳۰، نیز دیکھئے

(۱) ”الاختیار لتعلیل المختار“، (۶۱/۳)

(۲) دیکھئے ”المجموع شرح المہذب“، (۳۲۸/۹)

(۳) ”القواعد“، ص ۱۳۹-۱۴۰، نیز دیکھئے ”مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام“، ابن تیمیہ (۳۰۸/۲۹)

## خاتمہ

گذشتہ بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کو حلال کی تلاش کرنی چاہئے اور حرام سے دور رہنا چاہئے، اور اگر کسی نے حرام مال حاصل کیا ہے، تو اسے جلد از جلد توبہ کر کے اس حرام مال سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے،

حرام طریقہ سے کمایا اور حاصل کیا ہوا مال یا تو سود کا مال ہوگا یا غصب کا یا چوری کا، یا دھوکہ و فریب وغیرہ کے ذریعے حاصل کیا گیا ہوگا، تو ایسے طریقوں سے حاصل کئے ہوئے مال کو اس کے مالکوں کو براہ راست واپس کرنا پڑے گا، یا ان کے وارثوں کو واپس کرنا ہوگا، یا ان کا کوئی قرض اس سے ادا کیا جائے گا، اور اگر مال کے مالک کے بارے میں معلومات نہ ہو سکے، اگرچہ اس نے کافی کوشش کر لی، تو ان کی طرف سے اس مال کو صدقہ کر دے،

البتہ اگر حرام مال کسی بعینہ حرام شے کے ذریعے حاصل کیا گیا ہے، یا ایسی شے کے عوض میں حاصل کیا گیا ہے جس کا نفع حرام ہے، تو ایسے مال کو اس کے مالکوں کو واپس کرنا جائز نہیں، بلکہ مسلمانوں کے مفاد اور رفاہ عام میں خرچ کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے گا۔ (مسلمانوں کی تخصیص صحیح نہیں ہے، مترجم)

حرام مال سے توبہ کرنے والا اگر کسی تنگی اور حرج میں پڑ رہا ہے تو جمہور فقہاء کے قول کی روشنی میں اس مال حرام کو الگ کر دینے اور اس سے بری الذمہ ہونے کے بعد اس کو اس مال میں سے اتنی مقدار میں لینا جائز ہے جس سے وہ اپنی انتہائی

ضرورت پوری کر سکے •

فقہاء یہ شرط لگاتے ہیں کہ تنگی اور حرج واقعی اور یقینی ہو، البتہ اگر تنگی و حرج کا

صرف احتمال و اندیشہ ہو، یا وہ حلال روزی کمانے پر قادر ہو تو اس مال میں سے اسے

کچھ بھی لینا جائز نہیں •

اے اللہ! جو روزی تو نے ہمیں دی ہے، اس پر ہمیں قانع بنا، اور اس میں

ہمارے لئے برکت عطا فرما، اور اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے، اور اپنے

فضل کی برکت سے دوسرے کا دست نگر ہونے سے ہم کو محفوظ رکھ، و صلی

اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم •

☆☆☆☆☆



## مترجم کی دیگر کاوشیں

☆ استخارہ ۲۰۰ صفحات

☆ سوگ اور عدت ۲۰۰

☆ نبوی مسکراہٹیں ۲۰۰

☆ شرعی وصیت

☆ شرعی حقوق

☆ تاریخ کا ایک حساس مرحلہ ۳۰۰



**DARUL ILM**

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),  
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)

Tel,: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231

fax :(+91-22) 2302 0482

E-mail : [ilmpublication@yahoo.co.in](mailto:ilmpublication@yahoo.co.in)